پاکستان کے تعلیمی مسائل
(Educational Problems in Pakistan)

قوموں کی برادری میں ہمیشہ سے صرف انھیں معاشروں اور قوموں کو برتری حاصل رہی ہے جو تعلیم کے میدان میں سب سے آگے رہے ہیں۔ تعلیمی ترقی قومی ترقی کی ضمانت ہے۔ یہ اصول آج بھی پہلے دن کی طرح درست ہے۔ آج انھیں ممالک اور قوموں کو عروج حاصل ہے جو تعلیمی لحاظ سے آگے ہیں اور جنھوں نے تعلیم کو دیگر معاملات زندگی پر ترجیح دی ہے۔ آج تک ہم پاکستان میں پچھلی نصف صدی سے زائد عرصے میں اپنے تعلیمی مسائل پر قابو پانے میں کامیاب نہیں ہو سکے بلکہ بعض نئے مسائل میں الجھ کر رہ گئے ہیں۔ اسی وجہ سے ابھی تک پاکستان کا شمار تعلیمی لحاظ سے ترقی یافتہ اقوام میں نہیں کیا جاتا۔ یہ تعلیمی مسائل اس قدر پیچیدہ اور زیادہ ہیں کہ اس باب میں ان تمام کا احاطہ ممکن نہیں۔ اس لیے اگلے صفحات میں بعض اہم اور نمایاں تعلیمی مسائل کا بیان کیا جائے گا۔

ناخواندگی

کسی قوم یا ملک کی ترقی کے لیے اس کے افراد کا تعلیم یافتہ ہونا بہت ضروری ہے۔ تعلیم یافتہ افراد نہ صرف اپنا معیار زندگی بہتر بناتے ہیں بلکہ ملک و قوم کو بہتر افرادی قوت بھی مہیا کرتے ہیں اور ملک کی ترقی میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔

خواندگی کے لغوی معنی کسی تحریر یا عبارت کو پڑھنے کے ہیں۔ لیکن اصطلاحاً کسی بھی زبان میں لکھنے اور پڑھنے کی صلاحیت خواندگی کہلاتی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں وہ افراد خواندہ کہلاتے ہیں جو پانچویں جماعت کے پاس شدہ طالب علم کی سطح کے مطابق ہوں۔

پاکستان میں 1981ء کی مردم شماری کے مطابق کسی زبان میں لکھی ہوئی تحریر کو پڑھنا، خط لکھنا اور روزمرہ زندگی میں معمولی حساب کر لینا خواندگی کہلاتا ہے۔

یونیسکو کے مطابق کسی زبان میں سمجھ بوجھ کر کم از کم ایک پیراگراف پڑھنا، لکھنا اور بیان کرنا خواندگی کہلاتا ہے۔ پاکستان کا شمار دنیا کے ان ممالک میں ہوتا ہے جن کی شرح خواندگی بہت کم ہے۔ کم شرح خواندگی کے باعث ملک کی اقتصادی، سماجی اور سیاسی ترقی میں رکاوٹیں آرہی ہیں۔ 2003ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان کی آبادی کا 51.6 فی صد حصہ خواندہ ہے۔ مردوں کی شرح خواندگی 62.8 فیصد جب کہ عورتوں میں خواندگی کی شرح 40.2 فی صد ہے یعنی ہر دو مردوں میں سے ایک ناخواندہ اور ہر تین عورتوں میں سے دو ناخواندہ ہیں۔ خواندگی کی صورت حال میں دیہی اور شہری آبادی میں اور بھی نمایاں فرق موجود ہے۔ شہری آبادی کا 69 فی صد اور دیہی آبادی کا 41 فی صد حصہ خواندہ ہے۔ دیہات میں خواتین کی شرح خواندگی 27 فی صد ہے یعنی چار دیہی خواتین میں سے تین ناخواندہ ہیں۔

اقتصادی لحاظ سے پاکستان کا شمار ترقی پذیر ممالک میں ہوتا ہے لیکن خواندگی کے اعتبار سے ہمارے ملک کی صورت حال بہت زیادہ بہتر نہیں۔ ہمسایہ ممالک بھارت، چین، سری لنکا وغیرہ ہم سے بہت آگے ہیں۔ درج ذیل چارٹ سے ان ممالک کی شرح خواندگی کا موازنہ کیا جا سکتا ہے:۔

نمبر شمار	نام ملک	شرح خواندگی	نمبر شمار	نام ملک	شرح خواندگی
1-	بھوٹان	54	7-	ایران	92.9
2-	بنگلہ دیش	65	8-	ملائشیا	85.6
3-	پاکستان	60.0	9-	سری لنکا	92.0
4-	بھارت	57.0	10-	جنوبی کوریا	98.9
5-	چین	84.3	11-	آسٹریلیا	99.5
6-	نیپال	51.0	12-	مالدیپ	98.9

پاکستان میں ناخواندگی کی وجوہات

1- آبادی میں اضافہ

پاکستان میں ناخواندگی کی سب سے بڑی وجہ آبادی میں تیز رفتاری سے ہونے والا اضافہ ہے۔ ملک میں شرح خواندگی میں تقریباً 1 فیصد سالانہ اضافہ ہوتا ہے جبکہ آبادی کی شرح اضافہ 2 فیصد کے قریب ہے۔ آبادی کے بڑھنے سے اقتصادی اور معاشرتی وسائل پر دباؤ بڑھتا ہے جس کی وجہ سے پوری آبادی کے لیے تعلیمی سہولتیں فراہم نہیں ہوسکتیں۔ پاکستان میں اس وقت بھی 5 سے 9 سال کی عمر کے تقریباً 54 لاکھ بچے سکول میں داخلہ نہیں لے سکے۔

2- سکولوں کی کمی

ملک میں تعلیم حاصل کرنے والے عمر کے بچوں کی تعداد کی مناسبت سے تعلیمی اداروں کی کمی ہے۔ اگرچہ اب سرکاری اور نجی سطح پر تعلیمی ادارے کھولے جا رہے ہیں لیکن دیہی علاقوں میں خصوصاً ابھی تک تمام بچوں کے لیے تعلیمی ادارے موجود نہیں ہیں۔

3- ترک مدرسہ

اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ دینے والے بے شمار بچے ناخواندہ لوگوں کی تعداد میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔ پاکستان میں پرائمری سطح پر ترک مدرسہ کی شرح 50 فیصد کے قریب ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ملک میں ہر سال اتنی ہی تعداد میں ناخواندہ افراد کا اضافہ ہو رہا ہے جو خواندگی کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔

4- غربت

سماجی اور معاشی لحاظ سے ملک میں غریب طبقہ عددی لحاظ سے سب سے بڑا ہے جو اپنی قلیل اور محدود آمدنی کے باعث اپنے بچوں کو تعلیم دلوانے کی بجائے کہیں نہ کہیں کام پر لگانے کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ زیادہ تر لوگ تعلیم کو اپنی بنیادی ضرورت تصور نہیں کرتے وہ تعلیم کو سرمایہ کاری کی بجائے اسراف سمجھتے ہیں اس لیے تعلیم کی طرف اُن کا رویہ عموماً منفی ہوتا ہے۔ اس طرح غربت ناخواندگی میں اضافے کا اہم سبب ہے۔

5- تعلیم بالغاں کی کمی

پاکستان میں بالغوں کی تعلیم کے لیے بہت سے منصوبے بنائے گئے لیکن سماجی اور اقتصادی مسائل کی وجہ سے ان پر پوری طرح

عمل نہ ہو سکا۔ اس طرح تعلیمی اداروں میں داخلہ نہ لینے یا ترکِ مدرسہ کے سبب سکولوں سے باہر رہ جانے والے بچے بالغ ہو کر بھی ناخواندگی کا شکار رہتے ہیں۔

تعلیم نسواں

دنیا کے تمام قدیم اور جدید معاشروں کی ترقی میں عورتیں بھی مردوں کے ساتھ برابر شریک رہی ہیں۔ ان کے بغیر معاشرے کا وجود ممکن نہیں۔ یوں بھی آبادی کا تقریباً نصف حصہ عموماً خواتین پر مشتمل ہوتا ہے جن کی متوازن شرکت کے بغیر کسی بھی معاشرے میں ترقی کا عمل مطلوبہ رفتار سے جاری نہیں رہ سکتا جو صرف تعلیم کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ علم حاصل کرنا جتنا مرد کے لیے ضروری ہے اتنا ہی عورت کے لیے بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اسلام نے کسی تفریق کے بغیر تعلیم کو عورتوں اور مردوں کے لیے یکساں طور پر فرض قرار دیا ہے۔ ماں کے قدموں کے نیچے جنت کا ہونا بھی اسی وجہ سے ہے کہ اولاد کی تعلیم و تربیت میں ماں کا کردار باپ کی نسبت زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ ماں آنے والی نسلوں کی تربیت کرتی ہے اور ہماری نسلوں کی اچھی تربیت اسی وقت ممکن ہے جب ہماری مائیں پڑھی لکھی ہوں گی۔ ماں کی گود بچے کی تعلیم کا ابتدائی گہوارہ ہوتی ہے۔ ہر بچہ اپنی ماں کی گود سے ہی اپنے اردگرد کے ماحول اور دنیا کے بارے میں جاننے کا آغاز کرتا ہے۔ کیا اچھا ہے اور کیا بُرا، کس بات میں فائدہ ہے اور کس میں نقصان۔ باہمی رشتوں اور تعلقات کی نوعیت اس کی عادات، رویے اور اقدار ماں کی تعلیم و تربیت سے ہی جنم لیتے ہیں۔

ماں کے کردار کے علاوہ بھی خواتین معاشرے کی ترقی میں مختلف کردار ادا کرتی ہیں۔ عورتوں کے مسائل کو مردوں کی نسبت ایک تعلیم یافتہ عورت زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتی ہے۔ زندگی کے بہت سے شعبوں میں خواتین بہت اہم اور مؤثر کردار ادا کر رہی ہیں۔ خواتین ہمدرد ڈاکٹر یا نرس، قابل معلمہ، اچھی میزبان، امورِ خانہ داری کی ماہر، ذمہ دار پولیس آفیسر اور حساس وکیل کے طور پر معاشرے کی ترقی میں مؤثر کردار ادا کرتی ہیں۔ بلکہ مقامی، صوبائی اور مرکزی سطح پر سیاست میں حصہ لے کر معاشرے کو بہتر بنانے میں اہم ذمہ داریاں بھی پوری کر رہی ہیں۔

انسان کی تمدنی زندگی میں عورت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ تخلیق، تربیت اور پرورش اس کی فطرت کے اہم حصے ہیں۔ عورت کے یہ جوہر معاشرے کی ترقی کی بنیاد ہیں۔ وہ معاشرے کی فلاح و بہبود اور ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

اقوام متحدہ کے چارٹر میں عورتوں اور مردوں کے حقوق یکساں ہیں۔ تعلیم، صحت، روزگار کی بنیادی سہولتیں مردوں کی طرح عورتوں کا بھی بنیادی حق ہیں۔ انہیں اظہارِ رائے اور اپنے متعلق فیصلے کرنے کا حق حاصل ہے۔ وہ مکمل فرد کی حیثیت سے معاشرتی اور معاشی معاملات میں برابر کی حصہ دار ہیں۔

علاقائی اور قبائلی ثقافت اور رسم و رواج نے تعلیم نسواں کو بہت زیادہ متاثر کیا ہے۔ اس کے علاوہ تعلیم کے شعبے میں صنفی عدم مساوات کے باعث عورتوں اور مردوں کی شرح خواندگی میں فرق ہے۔ لڑکیوں کے لیے تعلیمی ادارے ملکی اداروں کی کل تعداد کے 30 فی صد سے بھی کم ہیں۔

کسی بھی معاشرے کے نصف حصے کے معاشرتی اور معاشی ترقی سے الگ رہنے سے مکمل ترقی کا تصور ناممکن ہے۔ پاکستان میں اب تک عورتوں کو مردوں کے برابر تعلیمی ترقی کے مواقع دستیاب نہیں رہے اور ان کو تعلیمی سہولتیں بھی مردوں کے مقابلے میں کم حاصل

رہی ہیں۔ اگرچہ حکومت عورتوں کے لیے تعلیمی سہولتوں اور اداروں میں ترجیحی بنیادوں پر اقدامات کر رہی ہے جو بہت حوصلہ افزا ہے۔ تعلیم، کاروبارِ زندگی اور ملکی سیاست میں عورتوں کی شمولیت کے اقدامات سے عورتوں کے بارے میں حکومتی پالیسیوں میں خوش آئند تبدیلی آئی ہے جس سے معاشرتی ترقی کا عمل مزید بہتر ہونے کی توقع ہے۔

تعلیم نسواں میں کمی کی وجوہات

پاکستان میں عورتوں کی فی صد شرح خواندگی بہت کم ہے۔ اگرچہ حکومت عورتوں کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دے رہی ہے لیکن پھر بھی پچھلے 69 سالوں میں عورتوں کی شرح خواندگی میں تسلی بخش اضافہ نہیں ہوا۔ تعلیم نسواں میں کمی کی ممکنہ وجوہات درج ذیل ہیں۔

-1 آبادی میں اضافہ

پاکستان کی آبادی میں جس رفتار سے اضافہ ہو رہا ہے۔ اُس کے لحاظ سے تمام افراد کے لیے عموماً اور عورتوں کے لیے خصوصاً تعلیمی سہولتیں مہیا کرنا بہت مشکل ہوتا چلا جا رہا ہے۔

-2 تعلیمی اداروں کی کمی اور دوری

آبادی میں عورتوں کی تعداد کی مناسبت سے تعلیمی اداروں کی کمی ہے۔ خصوصاً دیہی علاقوں میں قائم ہونے والے ایسے اداروں اور سکولوں کی تعداد آبادی کی ضروریات کے لحاظ سے بہت کم ہے۔ خواتین کے لیے کھلنے والے سکول کم ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے گھروں سے دور بھی ہیں۔ خصوصاً ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے ادارے شہروں میں ہونے کی وجہ سے زیادہ تر والدین اپنی بچیوں کو وہاں تعلیم کے لیے بھیجنے کے لیے تیار نہیں۔

-3 مخلوط تعلیم

اعلیٰ تعلیمی اداروں میں مخلوط تعلیم بھی معاشرتی نکتہ نظر سے زیادہ تر والدین کی اقدار اور روایات سے مطابقت نہیں رکھتی اس لیے وہ اپنی بچیوں کو اعلیٰ تعلیم دلوانے سے گریز کرتے ہیں۔

-4 غیر موزوں نصاب

ماہرینِ تعلیم اور والدین کے مطابق طلبا و طالبات کے لیے یکساں نصاب عورتوں کی تعلیم کے لیے موزوں نہیں ہے۔ ان کے خیال میں عورتوں کے لیے ان کی مستقبل کی ضروریات اور ذمہ داریوں کے مطابق نصاب تعلیم ترتیب دینا چاہیے۔ اسی لیے بعض والدین اپنی بچیوں کو تعلیم کے لیے سکولوں میں بھیجنا پسند نہیں کرتے۔

-5 قدامت پسندی

پاکستانی معاشرہ رسوم و رواجات میں جکڑا ہوا ہے۔ خود ساختہ اقدار اور قبائلی روایات افراد کی زندگی خصوصاً خواتین کی زندگی پر بچپن سے لے کر بڑھاپے تک اثر انداز ہوتی ہیں۔ ان ہی رویوں اور اقدار کے باعث عورتوں کی تعلیم کو وقت اور پیسے کا ضیاع تصور کیا جاتا ہے۔ پھر پڑھے لکھے افراد میں بے روزگاری اور مایوسی کا رجحان ان کے رویے اور سوچ کو غلط تقویت دیتا ہے اور لوگ تعلیم کی اہمیت سے آگاہ نہ ہونے کے باعث اپنے بچوں اور خصوصاً بچیوں کی تعلیم کو ضروری خیال نہیں کرتے۔

نظم وضبط کا فقدان

پاکستان کے تعلیمی مسائل میں ایک اہم ترین مسئلہ تعلیمی اداروں میں طلبہ کے نظم وضبط کا ہے جس کی وجہ سے اور بہت سے تعلیمی اور معاشرتی مسائل پیدا ہوئے ہیں۔ خصوصاً تعلیمی اداروں کا ماحول، تعلیم کا معیار اور معاشرتی رویے بری طرح متاثر ہوئے ہیں۔ عام تاثر یہ ہے کہ ہمارے تعلیمی اداروں خصوصاً سرکاری یا نیم سرکاری اداروں میں طلبہ اور اساتذہ دونوں تعلیم وتدریس کے بارے میں سنجیدہ نہیں ہیں۔ طلبہ کے باہمی اور اساتذہ کے ساتھ تعلقات کی نوعیت میں بھی احترام، شفقت، رواداری اور برداشت جیسی اقدار آہستہ آہستہ کم ہو رہی ہیں۔ طلبہ اور اساتذہ مختلف گروہوں میں بٹتے جا رہے ہیں۔ ڈگریاں ہونے کے باوجود کارکردگی روبہ تنزل ہے۔ یہ ساری صورتحال نظم وضبط کے فقدان اور کمی کی نشاندہی کرتی ہے۔

کسی بھی گھر، معاشرے اور ملک کو کامیابی سے چلانے کے لیے نظم وضبط ایک لازمی عنصر ہے۔ زندگی کے معاملات انفرادی ہوں یا اجتماعی نظم وضبط کے بغیر کامیابی ممکن نہیں۔ ہم جب کوئی کام کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ایسا کرنے کے لیے بعض اصولوں اور قوانین کی پابندی کرنا پڑتی ہے جن میں ہماری مرضی کا دخل بہت کم ہوتا ہے، مثلاً کالج کے کھلنے اور بند ہونے کے اوقات مقرر ہیں۔ اسی طرح نصابی اور ہم نصابی سرگرمیوں کو سرانجام دینے کا طریقہ کار بھی طے ہے۔ یہ اصول، قاعدے اور قانون معاشرے کے افراد نے مل کر باہمی رضامندی سے طے کیے ہیں۔ لہٰذا معاشرے کا ہر رکن ان اصولوں اور قوانین پر عمل کرنے کا پابند ہوتا ہے اور وہ اپنا ذاتی اختیار مرضی اور ارادہ ان قوانین اور اصولوں کے تابع کر دیتا ہے۔ ان اصولوں اور قوانین کی پابندی اور ان کے مطابق عمل کرنے کو ہی نظم وضبط کہا جاتا ہے۔ ٹریفک کے قوانین میں سرخ سگنل کے روشن ہونے کی صورت میں سڑک پار کرنا منع ہے۔ یہ ایک قانون اور اصول ہے جس کی خلاف ورزی کرنا اور اپنی مرضی کرنا بدنظمی کی مثال ہے۔

تعلیمی اداروں میں نظم وضبط سے بھی یہی مراد ہے کہ ان اداروں کے طے شدہ اصولوں اور قوانین پر پوری طرح سے عمل کیا جائے اور کوئی بھی ان کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی مرضی نہ کرے۔ اس طرح اپنی مرضی کو ادارے کے مقرر کردہ اصولوں اور قواعد وقوانین کے تابع کر دینا ہی 'نظم وضبط' کہلاتا ہے۔

اس عمل میں پرنسپل، اساتذہ، طلبہ اور ملازمین مقرر شدہ اصولوں کی پابندی کرتے ہیں۔ اس ضمن میں سب سے اہم ذمہ داری اساتذہ اور پرنسپل کی ہوتی ہے کہ وہ خود ان اُصول وقوانین کی پابندی کریں اور طلبہ سے بھی کروائیں۔ ادارے کے نظم وضبط کی خلاف ورزی اساتذہ اور طلبہ سمیت سب کے لیے قابل گرفت ہوتی ہے۔ ہر استاد کو علم ہوتا ہے کہ اس کے ذمہ کیا کام ہے اور اس نے وہ کس طرح انجام دینا ہے۔ اسی طرح ہر طالب علم کو بھی پتا ہوتا ہے کہ اس نے کب، کہاں اور کس کی نگرانی میں کون سی سرگرمی میں حصہ لینا ہے اور کن قوانین کی پابندی کرنی ہے۔ ان کا مقصد اصل میں طلبہ کو بُری عادات اور اعمال سے روکنا ہوتا ہے تاکہ ان کی سیرت اور کردار کی بہتر تعمیر ہو سکے۔ مختصراً نظم وضبط افراد کے اپنے رویے، عادات، اعمال اور کام کرنے کے انداز پر کنٹرول کا ایسا عمل ہے جس میں فرد اپنے معاشرے یا ادارے کی طرف سے طے کردہ ضوابط اور اصولوں کے مطابق اپنی تمام سرگرمیاں اور اعمال انجام دے سکے۔

ہم اپنے اردگرد طلبہ میں نظم وضبط کے فقدان کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ وہ ایسی ایسی سرگرمیوں میں مصروف ہیں جو ایک طرف تو تعلیمی اداروں کے نظم وضبط کے خلاف ہیں اور دوسری طرف معاشرتی اقدار اور سماجی اصولوں سے بھی کوئی مطابقت نہیں رکھتیں۔

طلبہ کی درج ذیل سرگرمیاں ہمارے تعلیمی اداروں میں نظم ونسق کے فقدان کی نشاندہی کرتی ہیں:۔

1- کلاسوں سے بلاوجہ غیر حاضر رہنا۔
2- کلاسوں کا بائیکاٹ۔
3- طلبہ کے احتجاجی جلوس اور غیر قانونی اجلاس۔
4- امتحانی مراکز میں ہنگامہ یا بائیکاٹ۔
5- طلبہ کا سیاسی جماعتوں کی گروہ بندی کا حصہ بننا۔
6- اساتذہ اور پرنسپل کے ساتھ غیر شائستہ رویہ۔

تعلیمی اداروں کے نظم وضبط میں کمی کے اسباب

تعلیمی اداروں کے اساتذہ اور ملازمین میں عموماً اور طلبہ میں خصوصاً نظم وضبط کی خراب صورت حال انفرادی یا اجتماعی اسباب کے باعث ہوسکتی ہے جن میں سے بعض نمایاں اسباب درج ذیل ہیں۔

1- والدین کی عدم توجہی اور لاپرواہی

بچوں کی تعلیم وتربیت اور پرورش کی بنیادی ذمہ داری والدین کی ہوتی ہے۔ تمام بچوں کو والدین کی بھرپور توجہ اور نگرانی کی اشد ضرورت ہوتی ہیں۔ بدقسمتی سے بہت سے والدین اپنی مصروفیات اور معاملات میں اس طرح اُلجھ گئے ہیں کہ وہ اپنی اولاد کے لیے وقت نہیں نکال سکتے۔ اس طرح وہ اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت پر پوری توجہ نہیں دے سکتے۔ ان کی بے توجہی اور لاپرواہی کے باعث بچوں میں بھی غیر ذمہ داری اور لاپرواہی کے رویے پروان چڑھتے ہیں۔ گھروں میں والدین کے باہمی جھگڑے، ان کے قول وفعل میں تضاد بچوں میں ایسی ہی چند عادتوں کو فروغ دیتا ہے جو ان میں صحیح اور غلط، اچھے بُرے اور جائز وناجائز کی تفریق ختم کر دیتی ہیں۔ بہت سے بچے ایسے ہی پس منظر سے منفی رویے اور غلط عادات لے کر تعلیمی اداروں میں آتے ہیں جن کے باعث تعلیمی اداروں میں نظم وضبط کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

2- اساتذہ کا کردار

اساتذہ ہمارے ہی معاشرے کا ایک حصہ ہیں۔ معاشرے میں پائی جانے والی تمام خوبیاں اور خامیاں لیے ہوئے وہ نئی نسل کی تعلیم وتربیت کے ذمہ دار ہیں۔ وہ اپنے کم تر معاشرتی مقام، کم آمدنی اور محدود وسائل کے باعث سیاسی اور سماجی تفریق کا شکار ہیں۔ مادیت پرستی سے بھرپور معاشرے کے اثرات دوسرے لوگوں کی طرح ان کی تدریسی ذمہ داریوں اور فرائض پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ ان میں سے بعض کمرۂ جماعت کے اندر ہی خود کو استاد سمجھتے ہیں باہر نہیں۔ طلبہ کی شخصیت سازی اور اخلاقی تربیت کو وہ اپنی ذمہ داری خیال نہیں کرتے۔ کام کے غیر حقیقی بوجھ، غیر ضروری سرکاری ذمہ داریوں اور مالی فوائد کے حصول نے ان کو تدریس کے اصل کام سے دُور کر دیا ہے۔ مذہبی اور سیاسی جماعتوں کی مداخلت کے باعث خود اساتذہ نظم وضبط کے مسائل کا شکار ہیں۔ ان کے باہمی جھگڑے، عدم برداشت اور قول وفعل کا تضاد طلبہ میں گروہ بندی اور نظم وضبط کے مسائل پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔

3- سیاسی جماعتوں کا کردار

سیاسی جماعتیں اور سیاسی لیڈر بھی ملک کی ترقی، سیاسی اور معاشرتی استحکام کے لیے کام کرتے ہیں اور اسی طرح تعلیمی ادارے

کسی بھی ملک اور معاشرے کی نئی نسل کی تعلیم وتربیت کے ذمہ دار ہوتے ہیں جہاں اساتذہ کا کام تعلیم دینا اور طلبہ کی ذمہ داری تعلیم حاصل کرنا ہے۔ دونوں کے فرائض اور ذمہ داریاں ایک دوسرے سے بالکل الگ ہیں لیکن بدقسمتی سے پچھلے کئی سالوں سے ہمارے ملک کی تقریباً تمام سیاسی جماعتوں نے اساتذہ اور طلبہ میں اپنی ذیلی تنظیمیں قائم کر رکھی ہیں۔ جس کی وجہ سے تعلیمی اداروں میں سیاسی گروہ بندیاں پروان چڑھتی ہیں۔ اساتذہ اور طلبہ کی ایک مختصر لیکن منظم اور طاقتور تعداد مخصوص سیاسی جماعتوں کی آلہ کار بن کر اساتذہ، طلبہ اور تعلیمی اداروں میں گڑبڑ پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے جس سے نظم وضبط کے شدید مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

4- تعلیمی انتظامیہ کا کردار

ہر تعلیمی ادارے کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اساتذہ، طلبہ اور ادارے کی فلاح وبہبود اور ترقی کو یقینی بنائے۔ لیکن تمام اداروں میں تعلیمی، تدریسی اور دیگر سہولتیں یکساں اور مناسب طور پر فراہم نہیں کی جاتیں جن سے ان اداروں کے طلبہ میں احساس محرومی پیدا ہوتا ہے جس کے ردِعمل سے نظم وضبط کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ طلبہ کی کئی ایسی ضروریات اور سہولتیں جن کی فراہمی انتظامیہ کے اختیار میں ہوتی ہے صرف غیر ذمہ داری اور عدم توجہ کے باعث طلبہ کو فراہم نہیں کی جاتیں اور نصابی اور ہم نصابی سرگرمیوں کا بھی مناسب طور پر انعقاد نہیں کیا جاتا۔ ایسی صورت حال میں انتظامیہ کے لاتعلق اور غیر ذمہ دارانہ منفی رویہ کے باعث طلبہ احتجاجی رویہ اختیار کرتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں مخصوص سیاسی گروہ اور افراد صورت حال کو مزید خراب کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے نظم وضبط کے شدید مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔

5- دیگر وجوہات

تعلیمی اداروں اور انتظامیہ کی طرف سے بعض اوقات طلبہ پر غیر ضروری تکلیف دہ اور ناروا پابندیاں بھی ان کو منفی رویے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ جن میں مخصوص کتب کی خریداری، ٹیوشن کے لیے پابند کرنا، مخصوص دکان سے سکول یونیفارم اور سٹیشنری کی خرید اور عدم تعمیل پر سزا دینا وغیرہ شامل ہیں۔ اس سے بھی نظم وضبط کے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ ملک کے سیاسی انتشار، منفی معاشرتی رویوں، غلط تعلیمی فیصلوں اور غیر یقینی صورت حال کے باعث طلبہ کو معاشرے میں اپنا مستقبل تاریک نظر آنے لگتا ہے۔ بڑھتی ہوئی بے روزگاری اور امیر وغریب کے فرق کے باعث تعلیم ان کی نظر میں اپنی اہمیت کھو دیتی ہے اور وہ اضطراب اور بے چینی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایسے حالات میں وہ معاشرے اور اس کے نظام کے خلاف بغاوت اور جارحیت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

آبادی میں اضافہ

دنیا میں آبادی میں اضافے کی رفتار میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ گزشتہ صدی یعنی 1900ء کے آغاز میں دُنیا کی آبادی 160 کروڑ تھی جو 1999ء تک 600 کروڑ ہو گئی تھی اور اگر آبادی اسی رفتار سے بڑھتی رہی تو اگلے پچاس سالوں میں یہ 12 ارب ہو جائے گی۔ ماہرین آبادی کہتے ہیں کہ جہاں آبادی کو دُگنا ہونے کے لیے صدیاں درکار ہوتی تھیں اب چند دہائیاں لگتی ہیں بلکہ پہلے جہاں آبادی میں ایک ارب کے اضافے کے لیے ایک صدی سے زیادہ عرصہ لگتا تھا۔ اب دس گیارہ سال میں ایک ارب کا اضافہ ہو رہا ہے۔ ماہرین کے نزدیک آبادی میں اضافے کی یہ رفتار خاصی تشویش ناک ہے۔ اسی لیے اب عالمی سطح پر آبادی میں اضافے کا مسئلہ بہت اہمیت اختیار کر چکا ہے۔

پاکستان جس خطے میں واقع ہے اس کی آبادی 1901ء سے لے کر اب تک 9 گنا بڑھ چکی ہے۔ یعنی 1947ء میں آبادی

تین کروڑ پچیس لاکھ تھی۔ 1951ء میں یہ آبادی تین کروڑ سینتیس لاکھ ہوگئی جبکہ 2016ء میں پاکستان کی آبادی تقریباً 19 کروڑ تک پہنچ گئی ہے۔

ایک اندازے کے مطابق پاکستان کی آبادی میں موجودہ شرح سے اضافہ ہوتا رہا تو 2020ء تک یہ آبادی 20 کروڑ سے بڑھ جائے گی جو قیام پاکستان کے وقت کی آبادی کے چھ گنا سے بھی زیادہ ہوگی۔ پاکستان 1951 میں کثرت آبادی والے ممالک میں چودھویں نمبر پر تھا۔

اضافہ آبادی اور تعلیم

پاکستان میں شرح خواندگی 1970 سے 2016 تک کے عرصے میں 21 فی صد سے بڑھ کر 60 فی صد ہوگئی ہے اور پرائمری سے لے کر اعلیٰ تعلیم کی سطح پر داخلوں میں بھی اضافہ ہوا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی درست ہے کہ آبادی میں تیز رفتار اضافہ کے باعث سکولوں اور کالجوں پر داخلوں کے لیے دباؤ بڑھتا جا رہا ہے اور تعلیمی اداروں میں دو دو شفٹیں چلانے کے باوجود داخلے کے خواہش مند تمام امیدواروں کو داخلہ نہیں ملتا۔ 1998ء کی مردم شماری کے مطابق سارے ملک کی 5 کروڑ 30 لاکھ آبادی ناخواندہ ہے۔ پرائمری جماعتوں میں داخلے کی عمر کے 3 کروڑ 50 لاکھ بچے ابھی سکولوں میں داخل نہیں ہوسکے۔ ملک کی آبادی میں موجودہ شرح اضافے کی وجہ سے تمام بچوں کو تعلیمی سہولتیں مہیا نہیں کی جاسکتیں۔ حکومت کی کوششوں کے نتیجے میں پاکستان کی شرح خواندگی میں سالانہ تقریباً ایک فی صد ہوتا ہے۔ آبادی کی شرح میں اضافہ 2.1 فی صد سالانہ ہے۔ اس طرح شرح خواندگی اور تعلیمی سہولتوں میں اضافے کے باوجود ہر سال ناخواندہ افراد کی تعداد میں پہلے کے مقابلے میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اضافہ آبادی کی شرح میں زیادتی کی وجہ سے سکول جانے کی عمر کے تمام بچوں کے لیے تعلیمی سہولتیں میسر کرنا مشکل ہوتا جا رہا ہے اور سکول جانے والی عمر کے 15 فیصد بچے سکولوں سے باہر ہیں جبکہ داخل ہونے والے بچوں میں سے تقریباً نصف پرائمری پاس کرنے سے پہلے ہی سکول چھوڑ جاتے ہیں۔ اگرچہ حکومت اپنی تمام تر کوشش کر رہی ہے کہ سکول جانے کی عمر کے تمام بچوں کو سکولوں میں داخلہ دیا جائے لیکن تیز رفتار شرح اضافہ آبادی کے باعث وسائل پر دباؤ بڑھتا جا رہا ہے اور ایسا ہونا ممکن نظر نہیں آ رہا ہے۔

معیار تعلیم

ہمارے معاشرے میں عموماً اور تعلیمی حلقوں میں خصوصاً ملکی معیار تعلیم کے بارے میں عام خیال یہ ہے کہ پچھلے سالوں کی نسبت معیار تعلیم زوال پذیر ہے اس تاثر کو پبلک سروس کمیشن اور قومی بھرتی کے بعض دوسرے سرکاری اور غیر سرکاری اداروں کی رپورٹوں سے بھی تقویت ملی ہے۔ کیا واقعی ہمارا تعلیمی معیار پہلے کی نسبت گر گیا ہے یا صورت حال اس کے برعکس ہے۔ معیار تعلیم سے ہم کیا مراد لیتے ہیں۔ اس کو کس طرح جانچا جاتا ہے۔ اس پر اثر انداز ہونے والے عوامل کون سے ہیں؟ کیا امتحانات کے نتیجے کے طور پر حاصل شدہ نمبروں، ڈویژنوں اور گریڈوں کو تعلیم کا معیار سمجھا جا سکتا ہے؟

ہم اپنی روزمرہ زندگی میں کسی چیز کے اچھا یا برا ہونے کا فیصلہ اس کی خوبیوں، خامیوں اور صفات کو دیکھ کر کرتے ہیں۔ جس چیز میں صفات اور خوبیاں دوسروں کی نسبت تعداد میں زیادہ مستقل اور پائیدار ہوں گی، ہم اس کے معیار کو زیادہ اچھا کہیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی چیز کے معیار کا تعلق اس میں خوبیوں کی تعداد، ان کے مستقل ہونے اور ان کے ویسی ہی کسی دوسری چیز کے موازنے سے کیا جاتا ہے۔ ہم بعض اشیا کے بارے میں مقداری یا ہندسی انداز میں پرکھ کرتے ہیں اور بعض کے بارے میں صفاتی

انداز اختیار کرتے ہیں، مثلاً ایک میز کا جائزہ لیتے ہوئے ہم اس کی لمبائی، چوڑائی اور اونچائی کو ہندسوں کہ یہ 4 فٹ لمبا، 2 فٹ چوڑا اور $1\frac{1}{2}$ فٹ اونچا ہے لیکن اس کے رنگ و روغن اور لکڑی کا جائزہ لیتے وقت ہم لکڑی اور رنگ کی صفات بیان کرتے ہیں کہ لکڑی اچھی ہے، بہت اچھی ہے یا خراب ہے۔ اس طرح پالش اچھی ہے۔ اس میں چمک ہے، اُترتی نہیں وغیرہ۔ اسی ہندسی اور صفاتی جائزے کی بنیاد پر ہم اشیاء کے معیار کا فیصلہ کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح تعلیم کے معیار کا فیصلہ بھی تعلیم کے ہندسی اور صفاتی جائزے اور پرکھ کے بعد ہی کیا جاتا ہے۔

معیارِ تعلیم سے مراد تعلیم اور تعلیمی عمل میں شامل تمام عناصر کی خوبیوں اور صفات کی تعداد اور اُن کی پائیداری کے ایک ایسے موازنے کا نام ہے جو ایک کم از کم طے شدہ ہندسی یا صفاتی سطح سے کیا جاتا ہے۔

معیارِ تعلیم وہ کسوٹی ہے جس سے موازنہ کر کے یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ طلبہ کی استعداد اور اکتساب میں کس حد تک اضافہ ہوا ہے، یعنی جب ہم طلبہ اور اساتذہ کی قابلیت، اُن کی مہارت، صلاحیت اور اکتساب کا نمبروں، فیصد یا اوسط وغیرہ کے لحاظ سے ہندسی انداز میں یا ڈویژن اور گریڈ کے لحاظ سے صفاتی انداز میں پہلے سے موجود یا کم از کم طے شدہ سطح سے موازنہ کر کے اس کو اچھا یا بُرا کہتے ہیں تو دراصل ہم تعلیمی معیار کی ہی بات کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہم طلبہ کے حاصل کردہ انفرادی اور اجتماعی نمبروں، ان کی اوسط اور فی صد، مختلف مضامین میں حاصل کردہ نمبروں کی بنا پر سکولوں اور اساتذہ کے معیارِ تدریس کا اندازہ لگاتے ہیں لیکن یہ معیارِ تعلیم کو جانچنے کا ہندسی یا عددی پہلو ہے جس کی بنیاد پر معیارِ تعلیم کا حتمی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ بعض صورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کے نمبر لگانا ممکن نہیں ہوتا مثلاً کسی طالب علم کی تحریر کا انداز کتنا اچھا اور خوبصورت ہے۔ اس کے کام کرنے کے طریقے کتنے اچھے اور اصولوں کے مطابق ہیں۔ اس کا انداز گفتگو کیسا ہے یا پھر کسی تعلیمی ادارے نے نصابی اور ہم نصابی سرگرمیوں میں کتنے انعامات اور پوزیشنیں لی ہیں۔ اساتذہ اور طلبہ نے کس قدر تعلیمی، سماجی اور معاشی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ ادارے کے فارغ التحصیل طلبہ نے حاصل شدہ علم اور تربیت سے عملی زندگی میں کیسے فہم، ادراک اور اطلاق کا مظاہرہ کیا۔ ان سرگرمیوں اور صفات کے نمبر لگانا اگرچہ ناممکن تو نہیں لیکن نسبتاً مشکل ہے۔ لوگ عام طور پر ان معاملات اور سرگرمیوں سے طلبہ، اساتذہ اور تعلیمی اداروں کے معیار کا اندازہ لگاتے ہیں۔ ان کو بہت بہتر، بہتر، درمیانہ اور درمیانے سے کم یا خراب کے نام دیتے ہیں۔ ایسا کرنا بھی دراصل معیار کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار ہے جو معیارِ تعلیم جانچنے کا صفاتی پہلو ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ایک طالب علم ہندسی اعتبار سے 85 فیصد نمبر لے کر امتحان میں کامیاب ہو جائے لیکن اپنے علمی فہم و ادراک اور اطلاق کے لحاظ سے مطلوبہ صلاحیت نہ رکھتا ہو جس کی اس سے توقع کی جاتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ معیارِ تعلیم کا تعین ہندسی اور صفاتی دونوں پہلوؤں سے کیا جائے۔

ہم اپنے طلبہ اور اساتذہ سے کیا توقعات رکھتے ہیں، ان کی کارکردگی کو کیسا اور کس مقام پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ توقعات نصاب میں مقاصد کے طور پر شامل ہوتی ہیں اور یہی مقاصد معیارِ تعلیم کا تعین کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات بطور خاص یاد رکھنا ضروری ہے کہ معیارِ تعلیم دراصل طلبہ، اساتذہ اور تعلیمی اداروں کی کارکردگی، صلاحیت، استعداد اور اکتساب کی کم سے کم حد ہے جس کی زیادہ سے زیادہ حد کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں ان سے کم ہونے کی صورت معیارِ تعلیم کے گرنے کا اشارہ ہوتا ہے جو قابل قبول نہیں ہوتا۔ کسی بھی ملک یا معاشرے کے تعلیمی معیار کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ پہلی یہ کہ معیارِ تعلیم میں بہتری آ جائے، دوسری تعلیم کا معیار گر جانا اور تیسری اس کی ایک ہی سطح پر برقرار رہنا۔ معیارِ تعلیم کی ان سب صورتوں کے پیدا ہونے کے کئی عوامل ہو سکتے ہیں۔ اگلے صفحات میں ہم بعض ایسے عوامل کا ذکر کریں گے جو ممکنہ طور پر معیارِ تعلیم کی پستی کا باعث ہو سکتے ہیں۔ ان عوامل پر قابو پا لینے سے تعلیمی معیار میں بہتری کی توقع کی جا سکتی ہے۔

اساتذہ

کسی بھی نظام تعلیم میں تعلیم و تدریس کے حوالے سے اساتذہ بنیادی اور سب سے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اگر تعلیمی اداروں میں قابل اور بہتر تربیت یافتہ اساتذہ کی مناسب تعداد موجود نہ ہو جو تدریس سے لگاؤ رکھتے ہوں اور ذمہ داری اور دلجمعی سے اپنے فرائض انجام دیں یا سیاسی تعلق کی بنا پر اپنی ذمہ داریوں سے غفلت اختیار کریں۔ تدریس کو مشن کی بجائے مادی منفعت خیال کریں۔ اپنے مضمون پر عبور نہ رکھیں۔ اپنی تربیت اور تعلیم کا مؤثر استعمال اور اطلاق نہ کریں اور ان کی ذاتی زندگی تضادات کا شکار ہو تو بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کس طرح ممکن ہے۔ اس لیے ایسی صورت حال میں تعلیم میں پستی آنا یقینی ہوتا ہے۔

نصاب

اساتذہ کے بعد تعلیمی معیار پر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والے اہم ترین عوامل میں سے ایک نصاب ہے۔ ہم اپنے طلبہ اور اساتذہ کی کارکردگی کو کیسا اور کس مقام پر دیکھنا چاہتے ہیں نصاب اسی کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ نصاب میں دیے گئے مقاصد اور مواد ہی تعلیمی معیار کا تعین کرتے ہیں۔ اگر نصاب میں متعین شدہ مقاصد، طلبہ اور معاشرے کی حقیقی ضروریات کے مطابق نہیں اور وہ طلبہ کو عملی زندگی کے لیے تیار نہیں کرتے تو معیار تعلیم پستی کی طرف جائے گا۔ اگر امتحان اور نصاب میں مطابقت نہ ہو۔ طلبہ علم کی بجائے نمبروں کے لیے کوشاں ہوں۔ تخلیقی کام کرنے والے طلبہ کی شنوائی نہ ہو تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ طلبہ کی علمی مہارتیں اور اکتساب بہتر ہو سکے۔ جب طلبہ کی علم سے دلچسپی ہی نہیں ہوگی اکتساب بہتر نہیں ہوگا۔ علمی کمال نہیں ہوگا تو معیار کہاں باقی رہے گا۔

والدین

بچے کی تعلیم کا اولین گہوارہ گھر ہے جہاں اس کے والدین، بہن بھائی اور عزیز رشتہ دار ہوتے ہیں۔ گھر میں رہنے والے افراد ان کے رویے اور بچے کی طرف ان کی توجہ کا تعلیم کے معیار سے گہرا تعلق ہے۔ والدین کا ان پڑھ یا کم تعلیم یافتہ ہونا اور تعلیم کی طرف ان کا منفی رویہ بھی تعلیم کے معیار کو بری طرح متاثر کرتا ہے۔ وہ اپنے بچوں کے رجحان، صلاحیت یا دلچسپی کے بارے میں علم نہیں رکھتے۔ وہ ان کی صلاحیتوں کے برعکس ان سے غیر حقیقی توقعات وابستہ کر لیتے ہیں اور ان کو ایسے مضامین پڑھنے اور پروگراموں میں داخلے لینے کے لیے مجبور کرتے ہیں جو ان کی صلاحیتوں اور قابلیت سے مطابقت نہیں رکھتے۔ ایسی صورت میں یقینی طور پر طلبہ کی کارکردگی توقعات کے مطابق نہیں ہوتی لہٰذا تعلیمی معیار کی پستی یقینی ہو جاتی ہے۔

سماجی و معاشی حالات

ملک اور معاشرے کے سیاسی، سماجی اور معاشی حالات بھی براہِ راست تعلیم کے معیار کو متاثر کرتے ہیں۔ اگر ملک میں سیاسی عدم استحکام ہو، ہڑتالوں، ہنگاموں اور جلسے جلوسوں کے باعث کاروبار زندگی معطل ہوتا رہے۔ طلبہ ہڑتالیں کر رہے ہوں اور اساتذہ کلاسوں کا بائیکاٹ کر دیں۔ انصاف کے مقابلے میں دھونس، دھاندلی اور سفارش عام ہو۔ حق دار کو اس کا حق نہ ملے۔ لوگ غیر مہذب اور غیر اخلاقی ذرائع سے ناجائز مراعات حاصل کر رہے ہوں۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا رواج عام ہو تو طلبہ اور اساتذہ کی توجہ تعلیم پر نہیں رہتی۔ طلبہ ناجائز ذرائع پر زیادہ بھروسہ کرنے لگتے ہیں اور اساتذہ مادی منفعت کے حصول کے لیے کوشاں رہتے ہیں تعلیمی نظام کے اصول وضوابط سے ان کا یقین اٹھ جاتا ہے۔ طلبہ کے نتائج خراب اور اساتذہ کی کارکردگی مایوس کن ہو جاتی ہے۔ اس طرح یہ سب عوامل تعلیمی معیار میں کمی اور زوال کا باعث بن جاتے ہیں۔

اقتصادی حالات

ملک کی اقتصادی حالت براہِ راست تعلیم کے معیار کو متاثر کرتی ہے۔ تعلیمی اداروں کی اچھی کارکردگی میں اساتذہ اور طلبہ کے علاوہ تعلیمی سہولتوں کا اہم کردار ہوتا ہے۔ اگر کسی ادارے میں پانی، بجلی، چار دیواری اور کمروں کی موزوں اور مناسب سہولیات دستیاب نہیں، طلبہ کی تعداد گنجائش سے زیادہ ہے، ان سب کی کلاس میں بیٹھنے کی جگہ نہیں، لائبریری اور لیبارٹریاں یا تو موجود نہیں یا ان میں ضروری سامان عملہ اور سہولیات میسر نہیں تو مؤثر تعلم و تدریس مشکل ہو جاتی ہے۔ اس طرح ضروری طبعی اور تعلیمی سہولتوں کی عدم موجودگی تعلیمی معیار کی پستی کا باعث بنتی ہے۔

انفرادی اختلافات اور عدم مطابقت

تمام طلبہ میں انفرادی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ بعض زیادہ ذہین ہوتے ہیں بعض کم۔ وہ سماجی اور اقتصادی اعتبار سے بھی مختلف ہوتے ہیں۔ پھر اُن کا کسی خاص مضمون، سرگرمی یا پیشے کی طرف رجحان ہوتا ہے لیکن والدین، رشتہ دار یا بہن بھائی اپنی پسند یا ناپسند کی بنا پر بچوں کو ایسے مضامین یا پروگراموں میں داخلہ کے لیے مجبور کر دیتے ہیں جو اُن کی اپنی دلچسپی، پسند، مہارت اور صلاحیت سے مطابقت نہیں رکھتے۔ جس کی وجہ سے تعلیم اُن کے لیے دلچسپی کی بجائے بوجھ بن جاتی ہے اور یہ بے مقصد تعلیم معیار کی گراوٹ کا اہم سبب بن جاتی ہے۔

کم داخلہ اور ترکِ مدرسہ

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ تعلیم کسی بھی معاشرے کی ترقی میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ ملکی آبادی میں تیز رفتار اضافے کے باعث سکولوں میں داخل ہونے والے بچوں کی تعداد پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی ہے۔

سال 2004ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں پرائمری سطح پر تعلیم میں شمولیت کی شرح 83 فیصد ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ملک میں 5 سے 10 سال کی عمر کے کل بچوں کی تعداد کا 83 فیصد رسمی یا غیر رسمی انداز میں تعلیم حاصل کر رہی ہے۔ حکومت پاکستان کے ایجوکیشن سیکٹر ریفارمز پروگرام کے ایکشن پلان (05-2001ء) کے مطابق پرائمری سکولوں میں حقیقی شرح داخلہ 66 فیصد ہے جس میں 82 فیصد لڑکے اور 50 فیصد لڑکیاں شامل ہیں۔

سطح	مجموعی شرح شمولیت	لڑکوں کی شرح شمولیت	لڑکیوں کی شرح شمولیت	سکولوں سے باہر بچے
پرائمری	66 فیصد	98 فیصد	50 فیصد	34 فیصد

اس کا مطلب یہ ہے کہ سکولوں میں پرائمری تعلیم حاصل کرنے کے لیے پانچ سے دس سال کی عمر کے 34 فیصد بچے ابھی تک سکولوں میں داخل نہیں ہوئے۔ سکولوں سے باہر رہ جانے والے ان بچوں کی تعداد 55 لاکھ کے قریب ہے۔ جب کہ سکولوں میں داخلہ لینے والے 66 فیصد بچوں میں 82 فیصد لڑکے اور 50 فیصد لڑکیاں ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ پرائمری تعلیم کے لیے سکول جانے کی عمر کے 18 فیصد لڑکوں اور 50 فی صد یعنی لڑکیوں کی نصف تعداد سکول سے باہر ہے۔ یہ ساری صورت حال مزید پریشان کن یوں نظر آتی ہے کہ سکولوں میں داخلہ حاصل کرنے والے ان 66 فیصد بچوں میں سے تقریباً 50 فیصد یعنی نصف تعداد اور پرائمری سطح تک کی تعلیم مکمل کرنے سے پہلے ہی سکول چھوڑ دیتی ہے۔ اکنامک سروے آف پاکستان کے (16-2015ء) کے مطابق پرائمری سطح پر تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ میں سے نصف سے زیادہ بچے پہلے دو تین سالوں میں مختلف وجوہ کی بنا پر سکول چھوڑ جاتے ہیں اور بمشکل 30 فیصد بچے پرائمری پاس کرتے ہیں۔

یوں تو ہر فرد اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد تعلیمی ادارے سے فارغ ہو جاتا ہے لیکن بعض طلبہ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی تعلیم مکمل کئے بغیر ہی سکول چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ طلبہ نہ تو اپنے سکول سے کوئی سرٹیفکیٹ حاصل کرتے ہیں اور نہ ہی کسی اور سکول میں داخلہ لیتے ہیں۔ یہ بچے پہلی سے پانچویں جماعت کے درمیان تعلیم کو خیر باد کہہ دیتے ہیں اور باقاعدہ نصاب کے مطابق مقررہ مدت تک سکول میں تعلیم حاصل نہیں کرتے۔ ایسے طلبہ کو تارکِ مدرسہ اور اس صورت حال کو ترک مدرسہ کا نام دیا جاتا ہے۔ لہٰذا تارک مدرسہ سے مراد ''ایسا طالب علم ہے جو اپنی ذہنی پسماندگی یا کسی سماجی، نفسیاتی یا اقتصادی وجوہات کے باعث کسی بھی درجہ میں تعلیم ادھوری چھوڑ دیتا ہے اور سکول سے اپنا تعلیمی رابطہ منقطع کر لیتا ہے''۔

تارک مدرسہ کی اس اصطلاح کا اطلاق مختلف ملکوں میں مختلف انداز میں کیا جاتا ہے۔ امریکہ میں یہ اصطلاح ان بچوں کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو ملکی قانون کے مطابق بارھویں جماعت تک تعلیم مکمل کیے بغیر سکول چھوڑ کر تعلیم کو خیر باد کہہ دیتے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں لازمی تعلیم مکمل کرنے سے پہلے تعلیمی سلسلہ منقطع کرنے والے بچوں کو تارک مدرسہ کہا جاتا ہے۔ پاکستان میں اس اصطلاح کا استعمال عموماً پرائمری سطح کی تعلیم مکمل کرنے سے پہلے سکول چھوڑ جانے والے بچوں کے لیے کیا جاتا ہے۔

پاکستان میں ترک مدرسہ کی وجوہات

پاکستان تعلیمی لحاظ سے دنیا کے بہت سے ممالک سے پیچھے ہے۔ ہماری شرح خواندگی بھی کوئی زیادہ قابل فخر نہیں ہے۔ پرائمری سطح پر ترک مدرسہ کی شرح 50 فیصد ہے۔ بچیوں میں یہ شرح اور بھی زیادہ ہے۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ تعلیمی شعبے میں ہم اس صورت حال سے کیوں دو چار ہیں۔ چھوٹی عمر کے بچے اور بچیاں کیوں تعلیم چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں؟ ترک مدرسہ کے اسباب کیا ہیں؟ ذیل میں بعض ایسے اسباب کا ذکر کیا گیا ہے جو بچوں کو اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ دینے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

1- غربت

ہمارے ملک کی زیادہ آبادی ایسے طبقے سے تعلق رکھتی ہے جو مفلسی اور تنگ دستی میں زندگی گزارتے ہیں۔ اول تو روزگار ہی نہیں ملتا اور اگر مل بھی جائے تو آمدنی اور ضروریات میں توازن ہی نہیں رہتا۔ مہنگائی نے غربت میں اور زیادہ اضافہ کر دیا ہے پھر تعلیمی اخراجات میں اضافے نے مالی بوجھ کو بڑھا دیا ہے۔ شروع میں سب والدین عموماً اپنے بچوں کو سکول میں داخل کرا دیتے ہیں لیکن بعد میں سکول کے اخراجات برداشت نہ کرنے کے باعث ان کی تعلیم ختم کروا کر سکول جانے کا سلسلہ بند کر دیتے ہیں اور انہیں گھریلو اخراجات پورے کرنے کے لیے ورکشاپوں، ہوٹلوں اور دوسرے کاموں میں لگا دیتے ہیں۔ اس طرح والدین بچوں کے لیے تعلیم کی اہمیت کو پس پشت ڈال کر گھریلو ضروریات پوری کرنے کے لیے آمدنی کو ترجیح دیتے ہیں۔

2- لوگوں کا عمومی رویہ

بچوں کے سکول چھوڑنے کی ایک وجہ تعلیم کے بارے میں عام لوگوں کی یہ سوچ ہے کہ تعلیم حاصل کرنا صرف وقت کا ضیاع ہے۔ کیونکہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ایک تو ملازمت نہیں ملتی اور دوسری طرف تعلیم یافتہ بچہ محنت مزدوری کرنے کو عار سمجھتا ہے اور محنت کی عظمت کا اصول قابل عمل نہیں سمجھتا۔ کم آمدنی والے غریب والدین کے خیال میں تعلیم پر تو خرچ آتا ہے جب کہ کام کرنے والا بچہ گھر پر بوجھ بھی نہیں بنتا بلکہ گھر کی آمدنی میں اضافہ کرتا ہے اور خاندان کا سہارا بن جاتا ہے۔ اس لیے ایسے والدین اپنے بچوں کو سکولوں سے نکال کر ایسے کاموں میں لگا دیتے ہیں جس سے وہ کوئی ہنر سیکھ کر اپنی اور گھر کی مالی ضروریات پوری کر سکیں۔

3- گھریلو کام اور ذمہ داریاں

ہمارے لوگوں کی اکثریت روایتی معاشرتی اقدار کی پیروکار ہے جس میں بچوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ والدین کی ذمہ داریوں اور گھریلو کاموں میں ان کا ہاتھ بٹائیں گے۔ بچے دکانوں اور کھیتوں وغیرہ میں والد کے کام میں مددگار ہوتے ہیں۔ بچیوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ خانہ داری اور گھریلو ذمہ داریوں میں ماں کی مدد کریں گی۔ اس وجہ سے عام طور پر ایسے لڑکوں جب کہ خصوصاً لڑکیوں کو سکول میں اپنی تعلیم ادھوری چھوڑنا پڑ جاتی ہے اور یوں وہ ترک مدرسہ میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔

4- اساتذہ کی تربیت اور رویہ

پاکستان میں قبل از ملازمت تربیت یافتہ اساتذہ کے تمام پروگرام روایتی انداز میں چلائے جا رہے ہیں جس میں تربیت کے عملی اور اطلاقی پہلو پر مناسب توجہ نہیں دی جاتی۔ زیادہ تر اساتذہ بچوں کی نفسیات، تدریسی اصولوں اور طریقوں سے ناواقف ہیں۔ دوران ملازمت ریفریشر کورسز کا بھی صحیح طور پر انعقاد اور استعمال نہیں کیا جاتا۔ اس صورت حال میں اساتذہ کا ناروا سخت گیر رویہ، مار پیٹ اور بے جا ڈانٹ ڈپٹ بچوں کے ذہنوں میں سکول سے بھاگنے اور تعلیم ادھوری چھوڑنے کا باعث بنتی ہے۔

5- سکولوں کی حالت اور سہولتیں

پاکستان میں پرائیویٹ شعبہ کی نسبت سرکاری شعبہ میں چلنے والے سکولوں کی حالت زیادہ قابل رشک نہیں۔ خصوصاً ان پرائمری سکولوں کی حالت جو دیہی علاقوں میں واقع ہیں غیر تسلی بخش اور غیر دلکش ہے۔ عموماً سکولوں میں ضروری تعلیمی سہولتوں کا فقدان ہے جن میں پینے کا پانی، بجلی، کمرہ جماعت حتیٰ کہ بیٹھنے کی سہولتوں کی کمی نمایاں ہیں۔ سکول کا ایسا ماحول بچوں کو اچھا ہی نہیں لگتا۔ اس لیے وہ اول تو سکول آنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتے اور اگر آ جاتے ہیں تو جلد از جلد سکول سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس طرح ترک مدرسہ کا باعث بنتے ہیں۔

6- غیر موزوں نصاب

والدین اور عام لوگوں کے خیال میں تعلیم کی اہم ذمہ داری بچوں کو روزمرہ زندگی کے معاملات میں کامیابی سے حصہ لینے کے قابل بنانا ہے لیکن ہمارے پرائمری سطح کے تعلیمی نصاب میں کوئی ایسی مہارت یا مواد شامل نہیں جو بچوں کو آئندہ زندگی کے لیے تیار کرے اور کسی پیشے کو اپنانے میں مددگار ہو۔ نصاب ضرورت سے زیادہ طویل، بچوں کی ذہنی سطح سے بلند اور دلچسپیوں کے مطابق نہیں بلکہ مضامین کی تعداد اور بستے کے وزن میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس لیے یہ نصاب والدین کی توقعات پر پورا نہیں اترتا خصوصاً وہ والدین جو اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوانے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ اپنے بچوں کو تعلیم کی بجائے ہوٹلوں، ورکشاپوں یا ایسے کاموں میں لگا دیتے ہیں جہاں وہ کوئی فن یا کام سیکھ کر روزگار کمانے کے قابل ہو سکیں۔

7- امتحان میں ناکامی

کئی ایسے بچے بھی ہوتے ہیں جو بعض نفسیاتی، سماجی یا تعلیمی مسائل اور مشکلات کے باعث تعلیم پر پوری توجہ نہیں دے سکتے اور امتحان میں فیل ہو جاتے ہیں جس سے اُن کے مسائل میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اُن کے گھر والوں اور ساتھیوں کا رویہ اُنھیں

احساس کمتری میں مبتلا کر دیتا ہے جس کے بعد اُن کا دل پڑھائی سے اچاٹ ہو جاتا ہے۔ اُنہیں سکول، امتحان اور کتابیں اچھی نہیں لگتیں اس لیے وہ سکول سے کترانا شروع کر دیتے ہیں اور بالآخر سکول چھوڑ جاتے ہیں۔

ترک مدرسہ کے ان عمومی اسباب کے ساتھ ساتھ بعض اوقات لوگوں کی بعض ذاتی مجبوریاں اور مسائل بھی بچوں کے سکول چھوڑنے کا باعث ہوتی ہیں جن میں والدین کے باہمی جھگڑے، علیحدگی اور بے توجہی، بچوں کی بیماری، سکول کی دُوری اور وسائل آمدورفت کا نہ ہونا شامل ہیں۔

ترک مدرسہ پر قابو پانے کے اقدامات

پاکستان کے عوام اور حکومت کے لیے یہ بڑا لمحہ فکریہ ہے کہ ہم ابھی تک تعلیمی عمر کے بچوں کو سکول میں نہیں لا سکے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ جو بچے کسی نہ کسی طرح سکول میں داخل ہو جاتے ہیں ان کو بھی کم از کم پانچویں تک تعلیم مکمل کرنے تک سکولوں میں نہیں روک سکتے بلکہ اُن میں سے قریباً نصف پانچویں جماعت تک تعلیم مکمل کرنے سے پہلے تارک مدرسہ ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ موجودہ حکومت نے اس سلسلے میں بہت سے اہم اقدامات کیے ہیں لیکن ابھی اس ضمن میں بہت کام کرنا باقی ہے۔ ترک مدرسہ کو کم کرنے اور سکولوں میں داخلے بڑھانے کے سلسلے میں مندرجہ ذیل اقدامات سے صورت حال میں بہتری آسکتی ہے۔

i- ملک کے ہر اس علاقے میں جہاں بچوں کی تعداد کے مطابق سکول موجود ہوں ان علاقوں میں پانچویں جماعت تک تعلیم لازمی کر دی جائے۔

ii- ملک کے جن علاقوں میں سکول کم ہیں وہاں غیر سرکاری تنظیموں اور پرائیویٹ لوگوں کو سکول کھولنے کے لیے مدد دی جائے اور تعلیم دینے کے لیے رسمی کے ساتھ غیر رسمی اور نیم رسمی طریقے اختیار کیے جائیں۔

iii- ملک میں ثانوی سطح تک تعلیم بالکل مفت کر دی جائے۔ خصوصاً پرائمری سطح تک فوری طور پر مفت تعلیم کا قانون نافذ کر دیا جائے۔ پرائمری سطح پر تمام بچوں کو کتابیں، کاپیاں اور تعلیم کے لیے ضروری دیگر لوازمات مفت فراہم کیے جائیں۔

iv- سکول میں غیر حاضر نہ ہونے والے اور اچھی تعلیمی پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کو وظائف دیے جائیں۔ خصوصاً لڑکیوں کو سکولوں میں اچھی حاضری کے لیے تعلیمی وظیفہ دیا جائے۔

v- سکولوں میں تعلیم کے لیے درکار سامان اور طبعی سہولیات ترجیحی بنیادوں پر فراہم کی جائیں۔ اُن کو خوبصورت اور پُرکشش بنایا جائے تا کہ بچے شوق سے آنا پسند کریں اور ان کو ایسا اچھا تعلیمی ماحول دیا جائے کہ وہ ترک مدرسہ کا خیال بھی دل میں نہ لائیں۔

vi- پرائمری سکولوں میں پڑھانے کے لیے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور پیشہ ورانہ تربیت رکھنے والے اساتذہ کو مقرر کیا جائے اور ان کی تربیت کے نظام کو بہتر اور موثر بنایا جائے۔

vii- پرائمری سطح پر تعلیم کی ساری ذمہ داری خواتین اساتذہ کے سپرد کرنے کا اصولی فیصلہ کیا جائے اور اس سطح پر بچوں اور بچیوں کو اکٹھی تعلیم دی جائے۔

viii- نصاب تعلیم خصوصاً پرائمری سطح کے نصاب تعلیم عملی زندگی کے کاموں اور ضروریات سے ہم آہنگ کیا جائے اور مضامین کے غیر ضروری بوجھ کی بجائے عملی کام اور مہارتیں شامل کی جائیں جو بچوں میں محنت کی عظمت اُجاگر کریں۔

ix- امتحانات کے موجودہ نظام کو بدلا جائے جس سے بچے نمبر حاصل کرنے کے لیے رٹا لگانے پر مجبور ہیں۔ پرائمری سطح پر پاس فیل ہونے کے تصور کو بدل دیا جائے تاکہ فیل ہونے کا امکان ہی نہ رہے اور بچے مسلسل اپنے علم میں اضافہ کرتے رہیں۔

x- پرائمری سطح تک کے امتحان کو عملی نوعیت کا امتحان بنایا جائے تاکہ بچے رٹے اور نمبروں کی دوڑ میں شریک ہونے سے بچ سکیں اور ہر بچہ اپنی قابلیت اور اکتساب کی رفتار کی بنیاد پر تعلیم حاصل کرتا رہے۔

تعلیم کے بارے میں عمومی رویہ

تعلیم ایک سماجی سرگرمی ہے اور تعلیمی ادارے سماجی ادارے ہیں جو معاشرے کی اقدار اور سوچ کی نمائندگی کرتے ہیں۔ تعلیم کی ذمہ داریوں میں سے اہم ذمہ داری افراد معاشرہ کی شخصیت کی ہمہ پہلو نشوونما ہے تاکہ وہ اپنی تمام تر معاشرتی ذمہ داریوں کو بطریق احسن پورا کرسکیں۔ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ تعلیم کسی معاشرے کے مجموعی طرزِ حیات اور سوچ پر مبنی ہوتی ہے۔ کسی بھی معاشرے میں دیگر سماجی اداروں کی نسبت تعلیم کو دی جانے والی اہمیت سے اس معاشرے میں تعلیم کے مقام اور معیار کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ معاشرے کی سوچ اور رویے براہ راست تعلیم پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ تعلیمی اداروں کا قیام اور تعلیم کا انتظام وانصرام کرنا براہ راست معاشرے ہی کی ذمہ داری ہے۔ معاشرہ ہی تعلیم کے لیے سرمایہ اور سہولیات فراہم کرتا ہے تاکہ نئی نسل کی تربیت کا کام ہوسکے۔ تعلیم کا عمل معاشرے کی شعوری کوشش ہے جو وہ سماجی ترقی کے لیے کرتا ہے۔

پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی معیشت رکھنے والا ملک ہے جس کی آبادی تقریباً 19 کروڑ اور خواندگی 60 فیصد ہے۔ اس آبادی کا 35 فیصد حصہ خطِ غربت سے نیچے زندگی گزار رہا ہے۔ ملک کا شمار اب بھی ترقی پذیر ممالک میں ہوتا ہے۔ تعلیم کا معیار بھی بہت اچھا نہیں اور نہ ہی مؤثر انداز میں تعلیمی منصوبہ بندی کی گئی ہے جو لوگوں کے تعلیم کی طرف عمومی رویے کو بہتر بنا سکے بلکہ تعلیم یافتہ بے روزگاروں نے عام لوگوں کو تعلیم کی اہمیت سے غافل کر دیا ہے۔ رہی سہی کسر طبقاتی نظام تعلیم نے پوری کر دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ خصوصاً غریب طبقہ تعلیم حاصل کرنے کو وقت کا ضیاع تصور کرتا ہے۔

دنیا کے دیگر معاشروں کی طرح پاکستانی معاشرہ بھی مختلف طرح کے سماجی درجات میں بٹا ہوا ہے۔ ہر طبقہ کی سوچ اور رویہ ایک دوسرے سے الگ اور جدا ہے۔ ان کی یہی سوچ تعلیم اور تعلیمی نظام میں بھی نمایاں نظر آتی ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان کا نظام تعلیم بھی بعض لوگوں کے خیال میں طبقات میں تقسیم ہے اور سماجی طور پر طبقاتی تفریق کا باعث ہے۔ ملک کی کثیر آبادی غربت کی زندگی گزار رہی ہے اور یہ طبقہ عددی اعتبار سے معاشرے میں سب سے بڑا ہے۔ ان لوگوں کی آمدنی محدود اور قلیل ہوتی ہے جن کی بدولت وہ اس قابل بھی نہیں ہوتے کہ اپنی بنیادی ضروریات یعنی کھانا پینا اور رہنا بھی پورا کرسکیں۔ مشکل معاشی حالات کے باعث یہ طبقہ اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت سے قاصر رہتا ہے۔ تعلیم ان کے لیے بنیادی ضرورتوں میں شمار نہیں ہوتی بلکہ کھانا پینا سب سے اہم ہوتا ہے۔ اس لیے اس طبقے کا ہر فرد یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے بچے اور بچیاں بھی کام کرتے ہیں۔ یہ وہ بچے ہیں جن کو اس عمر میں سکولوں میں ہونا چاہیے تھا لیکن دن رات کی محنت ومشقت کے باوجود بھی ان کو آرام نہیں ملتا۔ بُری معاشی حالت کے سبب یہ زندگی کی دوسری سہولتوں سے بھی محروم رہتے ہیں اور ساری عمر تعلیم کی اہمیت کو نہیں جان سکتے بلکہ تعلیم کے لیے منفی رویہ رکھتے ہیں اور اس کو اسراف خیال کرتے ہیں۔

آبادی کا ایک بڑا حصہ متوسط طبقے میں شمار ہوتا ہے۔ ان میں سرکاری ملازم، چھوٹے کسان اور تاجر لوگ شامل ہیں۔ ان لوگوں کے ذرائع آمدنی محدود ہوتے ہیں جو ان کی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل نہیں کر پاتے۔ معاشرے میں حاصل سماجی مقام کو نبھانے کی خاطر اُن کی زندگی کی ضروریات اور تقاضے دوسرے طبقات سے زیادہ ہوتے ہیں۔ اپنے معاشی مقام، رتبہ اور عہدے کو ملحوظ خاطر رکھتے معاشی اور معاشرتی طور پر ہمیشہ دباؤ کا شکار رہتے ہیں۔

معاشرے کا یہ طبقہ اقتصادی مشکلات کا شکار رہتا ہے اور ان مشکلات کو دُور کرنے اور قابو پانے کے لیے تعلیم کا سہارا لیتا ہے۔ زیادہ تر اسی طبقہ کے لوگ تعلیم کو سرمایہ کاری خیال کرتے ہیں اور اپنے معاشی اور معاشرتی مقام کو بلند کرنے کے لیے خود اور اپنے بچوں کو تعلیم کی طرف مائل کرتے ہیں۔ معاشرے کا یہ طبقہ تعلیم کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اپنی اولاد کو بہتر سے بہتر تعلیم دلوانا چاہتا ہے۔ ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے بچے اچھی سے اچھی اور اعلیٰ تعلیم حاصل کریں اور بڑے سے بڑے عہدے پر فائز ہو کر اچھا اور اعلیٰ معاشرتی مقام اور سماجی رتبہ حاصل کریں۔ عموماً اس طبقے میں تعلیم کو بچیوں کے لیے بھی ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن عموماً معاشی اور بعض دفعہ معاشرتی مجبوریوں اور مسائل کے باعث اُن کو تعلیم مکمل کرنے نہیں دی جاتی۔ تعلیم دلوانے کے معاملے میں عموماً لڑکوں کو لڑکیوں پر ترجیح دی جاتی ہے۔

پاکستان کی آبادی کا ایک چھوٹا لیکن مؤثر طبقہ جو صنعت کاروں، جاگیرداروں، سرداروں اور وڈیروں کا ہے جو اعلیٰ طبقہ شمار کیا جاتا ہے۔ یہ طبقہ دولت کے ساتھ ساتھ ملکی سیاست میں مؤثر اختیارات بھی رکھتا ہے۔ بعض لوگ ان کو سرمایہ داروں کا طبقہ بھی کہتے ہیں۔ پہلے دونوں طبقوں پر ان کی حکمرانی رہتی ہے۔ ان کے نزدیک دولت تمام مسائل کا حل ہے اور یہی معیارِ زندگی کو جانچنے کا پیمانہ ہے۔ اگرچہ اس طبقے کے نزدیک تعلیم بہت زیادہ اہم نہیں ہوتی لیکن یہ اپنے مرتبے اور مقام کو قائم و دائم رکھنے کے لیے اپنے بچوں کو بڑے مہنگے ملکی اور غیر ملکی اداروں میں تعلیم دلواتے ہیں، انہی کی وجہ سے ملک میں تعلیم کے میدان میں یکسانیت موجود نہیں بلکہ نظامِ تعلیم بھی طبقاتی بن چکا ہے جس سے معاشرے میں بہت سے سماجی مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔

مندرجہ بالا بحث کے تناظر میں پاکستانی معاشرے کی جو صورتِ حال ہمارے سامنے آتی ہے اُس کے مطابق معاشرے کے افراد میں معاشرتی اور معاشی تفاوت بڑھ رہا ہے۔ ہر طبقہ کے لوگ مادہ پرستی کی دوڑ میں برابر کے شریک ہیں۔ سماجی اقدار روز بروز کمزور پڑتی جا رہی ہیں اور یہی عمومی رویہ تعلیم کے بارے میں بھی بنتا چلا جا رہا ہے۔ سماجی اور معاشی رویوں کے حوالے سے علم کو معاشرے میں وہ مقام حاصل نہیں ہے جو اس کا ہونا چاہیے۔ تعلیم یافتہ افراد کی بے روزگاری نے بھی تعلیم کی وقعت کو عام لوگوں کے دلوں سے بہت کم کر دیا ہے۔

عمومی رویہ کی بہتری کے لیے حکومتی اقدامات

حکومتِ پاکستان نے اس ساری صورتِ حال کا احساس کرتے ہوئے تعلیم کو اپنی اولین ترجیحات میں شامل کر لیا ہے۔ تعلیم کی ترقی کے لیے زیادہ اور خصوصی بجٹ فراہم کیا جا رہا ہے۔ ملک میں تعلیم کے فروغ کے لیے ابتدائی سے لے کر اعلیٰ سطح تک سہولیات فراہم کرنے کا آغاز ہو چکا ہے۔ خصوصاً بچیوں کی تعلیم کے لیے نمایاں کوششیں جاری ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ فنی تعلیم خواندگی اور سپیشل بچوں کی تعلیم کے لیے علیحدہ محکموں کا قیام حکومت کی تعلیم کے میدان میں سنجیدگی کو ظاہر کرتا ہے۔ ہائر ایجوکیشن کمیشن کی جانب سے ملکی اور غیر ملکی اعلیٰ تعلیمی اداروں میں بلا تخصیص میرٹ کی بنیاد پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی سہولت فراہم کی جا رہی ہے۔ اس کے علاوہ

حکومت تعلیمی اداروں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی تعداد اور ان کے تعلیمی معیار اور سہولتوں میں اضافہ کے لیے بھی کوشاں ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ حکومت کے بارے میں رویے کو بہتر بنانے میں بہت مدد ملے گی۔

تعلیم میں سرمایہ کاری (Investment in Education)

آج تک کے تمام ماہرین معاشیات تعلیم کی معاشی اور اقتصادی افادیت کے ہمیشہ سے قائل رہے ہیں اور سب کے سب تعلیم کو انسانی وسائل کو ترقی دینے کے لیے ضروری سرمایہ کاری خیال کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک تعلیم کسی بھی ملک و معاشرے کی معاشی ترقی کے لیے انسانی وسائل اور بنیادی ڈھانچہ فراہم کرتی ہے۔ کسی ملک میں پڑھے لکھے افراد ہی تعلیم، صنعت، تجارت، زراعت، بینکنگ، میڈیسن غرض ہر شعبہ زندگی کو کامیابی سے چلانے کے ذمہ دار ہوتے ہیں جن کی وجہ سے ملک کی حیثیت، معیشت، سیاست اور ثقافت ترقی کرتی ہے۔ افراد جس قدر بہتر تعلیم یافتہ ہوں گے اس قدر ہی ملک کا بنیادی ڈھانچہ مضبوط ہوگا اور اتنا ہی زیادہ ملک ترقی کرے گا۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ملکی ترقی کے لیے انسانی وسائل کی نسبت مادی وسائل زیادہ اہمیت رکھتے ہیں، مثلاً زمین اور پانی کے بغیر زرعی ترقی ممکن نہیں۔ اسی طرح معدنیات کے بغیر صنعتی ترقی مشکل ہے لیکن آج یہ نظریہ غلط ثابت ہو چکا ہے۔ جاپان میں کوئلہ، لوہا، تیل یا کوئی اور معدنیات دستیاب نہیں لیکن وہ دنیا کے انتہائی صنعتی اور ترقی یافتہ ممالک میں شامل ہے۔ سوئٹزرلینڈ ایک چھوٹا سا پہاڑی ملک ہے جس کے پاس کوئی قابل ذکر مادی وسائل موجود نہیں لیکن وہ گھڑیوں کی صنعت، بینکنگ اور دوا سازی میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اس کے برعکس مشرق وسطیٰ کے بیشتر ممالک تیل اور دیگر معدنیات سے مالا مال ہیں لیکن پھر بھی پس ماندہ ہیں۔ یہ اس لیے ہے کہ ان ممالک میں اُن ملکوں کی طرح ایسے انسانی وسائل موجود نہیں ہیں جو اپنے ملک کو اقتصادی ترقی کے لیے بنیادی ڈھانچہ فراہم کر سکیں کیونکہ مقامی لوگ تعلیم یافتہ نہ ہونے کی وجہ سے ضروری مہارتوں سے عاری ہیں اس لیے تمام ترقیاتی اور تعمیراتی کاموں کے لیے ضروری تعلیمی پس منظر رکھنے والی تربیت یافتہ افرادی قوت کو درآمد کیا گیا ہے۔ کیونکہ تعلیم یافتہ افرادی قوت کے بغیر انسانی وسائل سے بھی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا اور انسانی وسائل کو صرف تعلیم کے ذریعے ہی ترقی دی جا سکتی ہے۔ تعلیم ہی سے لوگوں کو ایسی مہارتیں سکھائی جا سکتی ہیں جو ملکی معیشت کو بہتر بناتی اور ترقی دیتی ہیں۔ اسی لیے تعلیم کو آج کے دور میں بالکل صحیح طور پر سب سے زیادہ اہم سرمایہ کاری تصور کیا جاتا ہے۔

پاکستان کا شمار ابھی تک ترقی پذیر ممالک کی صف میں ہی ہوتا ہے۔ ملک کا معاشرتی ڈھانچہ ملک کی معاشی ترقی کے لیے ضروری بنیادیں فراہم نہیں کر پا رہا۔ ملکی معیشت کو بہتر بنانے اور لوگوں کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کے لیے ضروری ہے کہ ملک میں معاشرتی، نسلی، علاقائی اور مذہبی ہم آہنگی ہو جو صرف اور صرف تعلیم کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ قومی یکجہتی کے بغیر سماجی اور اقتصادی ترقی کا خواب ادھورا ہی رہتا ہے۔ لہٰذا معاشرتی ڈھانچے میں تبدیلیاں لائے بغیر ہم اپنے ہاں سے غربت، بھوک، بیماری اور جہالت کا خاتمہ نہیں کر سکتے۔ اس کے لیے لوگوں کی سوچ اور رویوں کو بدلنا ہوگا جو صرف اور صرف تعلیم کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ لہٰذا تعلیم ہی بالواسطہ معاشی طور پر فائدہ مند ثابت ہوتی ہے۔

تعلیم کو عام کرنے کے لیے وسائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ یونیسکو کی سفارشات کے مطابق ترقی پذیر ممالک کو مجموعی قومی آمدنی کا کم از کم 4 فیصد تعلیم پر خرچ کرنا چاہیے کیونکہ یہی سرمایہ کاری ملک کی اقتصادی ترقی میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ پاکستان میں اقوام متحدہ کی تحقیقات کے مطابق حقیقی شرح خواندگی ابھی بہت زیادہ نہیں ہے جبکہ اس میں اضافے کے لیے مزید سرمایہ کاری کی ضرورت ہے۔ تعلیم میں سرمایہ کاری سے لوگوں میں شرح خواندگی بڑھے گی جو لوگوں کی سوچ اور رویوں میں تبدیلی کا باعث ہوگی جس

سے قومی یکجہتی کا شعور بیدار ہوگا۔ جمہوری اقدار کو فروغ ملے گا اور ملک کو سیاسی استحکام حاصل ہوگا جس کے نتیجے میں ملک معاشی طور پر ترقی کرے گا۔

تعلیمی اداروں میں طبعی سہولیات کی صورت حال
(Physical Conditions of Educational Institutions)

خواندگی کو بڑھانے، ترک مدرسہ کو کم کرنے اور ملک میں تعلیمی معیار بلند کرنے کے لیے تعلیم کے شعبہ میں سرمایہ کاری کی ضرورت ہے۔ یہ بڑی واضح اور سادہ سی بات ہے کہ ہم تعلیم کو جس قدر پُرکشش بنائیں گے لوگ اس کے حصول کی طرف زیادہ مائل ہوں گے۔ تعلیمی ماحول میں بہتری سے ہی تعلیمی معیار بہتر ہوگا۔ اگر تعلیمی اداروں میں تعلیم دینے کے لیے درکار ضروری وسائل اور سہولتیں ہی دستیاب نہیں ہوں گی تو ہم اپنے تعلیمی معیار میں کس طرح بہتری اور ترقی کا سوچ سکتے ہیں۔ حکومت کوشش کر رہی ہے لیکن مسائل کے مقابلے میں وسائل کی زیادتی کے باعث مسئلہ پر قابو نہیں پایا جاسکا۔ ہماری آبادی 19 کروڑ سے بھی زیادہ ہو چکی ہے۔ نئے تعلیمی ادارے کھولنے کے باوجود سکول جانے والے عمر کے بچوں کی ایک بڑی تعداد سکولوں سے باہر ہے۔ یا تو ان کے لیے سکول موجود نہیں یا پھر ان اداروں میں بچوں کی تعلیم کے لیے ضروری سہولتیں موجود نہیں۔ بعض سکولوں کی عمارتوں پر لوگوں نے قبضہ کیا ہوا ہے اور وہاں تعلیمی عمل منقطع ہے۔ بعض سکول بالکل بند ہیں اور بعض ایسے ہیں جہاں تعلیمی عمل تو جاری ہے لیکن بنیادی تعلیمی سہولیات دستیاب نہیں ہیں۔ مختلف تحقیقات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سکولوں میں بنیادی تعلیمی سہولیات کی کمی، تعلیمی اخراجات اور صنفی امتیاز ملک کی تعلیمی ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہیں۔

اس کے علاوہ مختلف تعلیمی اداروں اور اساتذہ کی تعداد سے بھی ملک کی تعلیمی حالت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ ملک یا معاشرہ کس حد تک تعلیمی ترقی یا پستی کا شکار ہے۔ پچھلے چند سالوں میں ملک کے سکولوں اور اُن میں کام کرنے والے اساتذہ کی تعداد کا ایک جائزہ بھی تعلیمی اداروں میں طبعی سہولیات کی صورت حال اور مسائل کو سمجھنے میں معاون ہوسکتا ہے۔ آج بھی ہمارے تعلیمی اداروں میں طلبہ کے تناسب اور مضامین کی نوعیت کے اعتبار سے ضرورت کے مطابق اساتذہ کی تعداد کم ہے جبکہ پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں بھی صورت حال کوئی زیادہ اچھی نہیں ہے۔

معاشی اور معاشرتی حالات (Social & Economic Conditions)

معاشرے میں کامیاب زندگی گزارنے کے لیے سماجی تربیت بہت ضروری ہے۔ معاشرے کی اقدار، رسم و رواج اُن کی پابندی فرد اور معاشرہ دونوں کیلیے اہم ہوتی ہے لیکن کوئی بھی فرد ان اقدار پر اُسی وقت کاربند ہوگا جب معاشرے میں اُن اقدار کو کوئی اہمیت دی جاتی ہوگی۔ جن اداروں اور اقدار کو معاشرہ اہمیت نہ دے اس میں کام کرنے والے افراد اور اُن کے کام کو بھی معاشرہ قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔

ایک تعلیمی ادارے کے عناصر ترکیبی یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ ایک مکمل سماج ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ بڑے سماج یا معاشرہ کے مقابلے میں یہاں افراد کی تعداد کم اور وسائل و مسائل نسبتاً محدود ہیں۔ یہاں آنے والے بچے مختلف گھروں سے آتے ہیں اور جُدا جُدا پس منظر کے حامل ہوتے ہیں۔ اُن کا ذہنی، سماجی اور اخلاقی پس منظر ایک دوسرے سے الگ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض بچے تعلیم میں دلچسپی لیتے ہیں اور بعض تعلیم سے دور بھاگتے ہیں۔

کسی بھی ملک اور معاشرے کے معاشی اور معاشرتی حالات اور پس منظر اُس کی ترقی اور معیارِ زندگی پر براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔ معیارِ زندگی کا تعلق افراد کو حاصل صرف مادی اشیا، آسائشوں اور سہولتوں سے ہی نہیں ہوتا بلکہ معاشرے میں موجود سماجی ماحول اور ذہنی کیفیت سے بھی ہوتا ہے جو بظاہر تو نظر نہیں آتے لیکن معاشرے پر اثر انداز ضرور ہوتے ہیں۔ ان میں، تعلیمی شرح خواندگی، آزادیٔ اظہار، فیصلہ سازی میں لوگوں کی شمولیت اور دیگر سماجی رویے اور اقدار شامل ہیں۔ پست معیارِ زندگی معاشی اور معاشرتی بدحالی کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اس سے نہ صرف جرائم اور افراتفری پھیلتی ہے بلکہ امن وامان اور معاشرتی سلامتی کو بھی خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ جنوبی ایشیا دنیا کا غریب ترین خطہ ہے اور پاکستان بھی اسی خطے میں واقع ہے۔ اس خطے کے مسائل میں ناخواندگی، غربت اور خوراک کی کمی شامل ہیں لیکن اس کے باوجود، ہم تعلیم اور صحت جیسے اہم شعبوں پر بہت کم رقم صرف کر رہے ہیں۔

کسی بھی ملک میں تعلیم کو فروغ تب ہی مل سکتا ہے جب اس کے لیے مطلوبہ مالی وسائل فراہم کیے جائیں تاکہ نئے سکول قائم ہوں۔ مزید اساتذہ کا تقرر ہو۔ بچے اور بچی اور بالغ مرد و عورت کو دیگر ترقی پذیر ممالک کی طرح مفت تعلیم فراہم کی جاسکے۔

ایک ترقی پذیر ملک کی حیثیت سے پاکستان معاشی طور پر ابھی اس پوزیشن میں نہیں کہ تعلیم کے فروغ کے لیے تمام وسائل مہیا کر سکے۔ پاکستان کے نویں پانچ سالہ منصوبے 2003-1998 کے تحت طے شدہ تعلیمی اہداف حاصل کرنے کے لیے 144 ارب روپے کے اخراجات کا تخمینہ لگایا گیا تھا لیکن مختلف وجوہات کے باعث یہ رقم فراہم نہیں کی جاسکی اور یوں تعلیمی ترقی کا خواب معاشی وسائل کی کمی کے باعث پورا نہ ہوسکا۔

تعلیمی ترقی میں ملک کے معاشی حالات کے ساتھ ساتھ انفرادی سطح پر لوگوں کی معاشی حیثیت کا بھی براہ راست تعلق ہوتا ہے کہ اُن کی فی کس آمدنی کیا ہے؟ چین، جاپان، کوریا، ملائشیا، سنگاپور اور تھائی لینڈ جیسے ممالک میں لوگوں کی فی کس آمدنی آج سے 30 سال پہلے پاکستان کی فی کس آمدنی کے برابر تھی لیکن آج یہ شرح پاکستان کی نسبت 27 گنا زیادہ ہوچکی اور معیارِ زندگی دوگنا ہوچکا ہے جبکہ انسانی ترقی کے لحاظ سے پاکستان دنیا کے 175 ممالک میں سے 138 نمبر پر ہے۔

معاشی صورت حال کی بین الاقوامی تعریف کے مطابق ایک ڈالر فی کس روزانہ کمانے والا شخص نہ صرف غریب بلکہ مفلس کہلاتا ہے اور خطِ غربت سے نیچے زندگی گزار رہا ہے۔ پاکستان میں ایسے افراد کی تعداد کل ملکی آبادی کا 35 فیصد کے قریب ہے۔ یعنی پاکستان کے قریباً 55 ملین لوگ بے حد غریب اور مفلس ہیں۔ پاکستان میں 16-2015ء میں غربت کی شرح قریباً 25 فیصد تھی جو اب بڑھتے بڑھتے 35 فیصد تک پہنچ گئی ہے۔ تاہم حکومت کی (Poverty Reduction Strategy) غربت میں کمی کی پالیسی کے تحت اقدامات کے ذریعے اس پر قابو پانے کی کوششیں جاری ہیں۔

معاشرتی اعتبار سے پاکستان طبقاتی نظام کا شکار ہے۔ ایک طبقہ ایسے لوگوں کا ہے جو غریب یا بے حد غریب ہیں۔ تعلیمی کمی اور ناخواندگی کے باعث مختلف رسم و رواج کا شکار ہے۔ 1951ء میں ملک میں ناخواندہ افراد کی تعداد 2 کروڑ کے لگ بھگ تھی۔ گزشتہ 69 سال میں اگرچہ مجموعی شرح خواندگی میں اضافہ ضرور ہوا ہے لیکن آبادی میں اضافے کے باعث ناخواندہ افرد کی تعداد بڑھ کر ساڑھے پانچ کروڑ سے زائد ہوچکی ہے۔ اس طبقے میں غریب کنبوں میں افراد کی تعداد زیادہ اور آمدنی کم ہے۔ یہ لوگ روٹی، کپڑے، اور رہائش کی بنیادی ضروریات بھی پوری نہیں کر پاتے اور یہ کہ وہ اپنے بچوں کے تعلیمی اخراجات کا بوجھ برداشت نہیں کرسکتے۔ ان کے بچے سکول جانے کی بجائے یا تو گلیوں میں کھیل کود کر اپنا وقت ضائع کرتے ہیں یا ان کو ورکشاپوں، ہوٹلوں، ویگنوں اور بسوں وغیرہ میں مزدوری کے لیے بھیج دیا جاتا ہے۔ اسی طرح کم عمر بچیوں کو بھی سکول میں داخل کروانے کی بجائے گھریلو کاموں میں لگا دیا جاتا ہے۔

پاکستان کے اسی طبقاتی نظام کے باعث دوسرا طبقہ ان امرا، جاگیرداروں، وڈیروں، سرداروں، صنعت کاروں اور نوکر شاہی کا ہے جو ایک طرف تو ملک کے زیادہ تر پیداواری وسائل پر قابض ہے اور دوسری طرف اپنے زیر اثر علاقوں اور لوگوں میں تعلیم عام کرنے کے حق میں نہیں۔ وہ اپنے اثر ورسوخ اور اختیارات کی وجہ سے مختلف ہتھکنڈوں کے ذریعے فروغ تعلیم کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتے رہتے ہیں تاکہ معاشرے میں اُن کی بالادستی قائم رہ سکے۔

اہم نکات

1- کسی بھی قوم یا ملک کی ترقی کے لیے اس کے زیادہ سے زیادہ افراد کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے۔

2- خواندگی کی اصطلاح عام طور پر افراد کے پڑھنے لکھنے اور حساب کرنے کی ابتدائی صلاحیت کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

3- اسلام نے کسی تفریق کے بغیر تعلیم کو عورتوں اور مردوں کے لیے یکساں طور پر فرض قرار دیا ہے۔

4- پڑھی لکھی مائیں ہی اگلی نسلوں کی صحیح تعلیم وتربیت کرسکتی ہیں۔ اسی لیے انسان کی تمدنی زندگی میں عورت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

5- ہمارے ملک میں خواندگی کی شرح بہت اچھی نہیں ہے لیکن عورتوں کی شرح خواندگی عمومی طور پر کم ہے۔

6- کسی بھی گھر، معاشرے یا ملک کو کامیابی سے چلانے کے لیے نظم وضبط ایک لازمی عنصر ہے۔

7- تعلیمی اداروں میں نظم وضبط سے مراد ہے کہ ان اداروں کے طے شدہ اصول وضوابط پر پوری طرح عمل کیا جائے۔

8- بے ہنگم اور تیز رفتار اضافہ آبادی سے انفرادی اور قومی وسائل پر بوجھ بڑھ جاتا ہے۔

9- آبادی میں اضافے سے بہت سے معاشی اور معاشرتی مسائل پیدا ہوتے ہیں خصوصاً تمام بچوں کے لیے تعلیمی سہولتیں فراہم نہیں کی جاسکتیں۔

10- کسی بھی ملک کے تعلیمی، معاشی اور معاشرتی حالات اس کی ترقی اور معیارِ زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

11- پاکستان میں تارک مدرسہ کی اصطلاح اُن بچوں کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو ابتدائی سطح کی تعلیم مکمل کرنے سے پہلے سکول چھوڑ جاتے ہیں۔

12- کسی بھی معاشرے کی سوچ، رویے اور اقدار براہ راست تعلیم پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

13- سماجی اور معاشی رویوں کے حوالے سے ہمارے ملک میں تعلیم کو وہ مقام حاصل نہیں جو اسے ہونا چاہیے۔

14- افراد کو ترقی دینے کے لیے تعلیم سب سے اہم اور بنیادی سرمایہ کاری ہے۔

15- کسی ملک کے انسانی وسائل جس قدر بہتر تعلیم یافتہ ہوں گے اُس قدر ہی ملک مستحکم اور مضبوط ہوگا۔

16- تعلیمی اداروں میں ضروری وسائل اور سہولتیں مہیا کرنے سے ہم تعلیمی معیار میں بہتری پیدا کرسکتے ہیں۔

آزمائشی مشق

معروضی حصہ

I- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات میں سے سب سے موزوں ترین جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

1- یونیسکو UNESCO کے مطابق خواندگی:

ا۔ کسی بھی زبان میں سمجھ بوجھ کر کم از کم ایک پیراگراف کے پڑھنے، لکھنے اور بیان کرنے کو کہتے ہیں۔

ب۔ کسی بھی تحریر یا عبارت کو پڑھنے، لکھنے کو کہتے ہیں۔

ج۔ کسی بھی زبان میں چھپے ہوئے الفاظ پڑھنے اور ان کے مفہوم سمجھنے کی صلاحیت ہے۔

د۔ اخبار کو پڑھنے کی صلاحیت کو کہتے ہیں۔

2- کم شرح خواندگی کے باعث:

ا۔ ملک کی اقتصادی ترقی بھرپور انداز میں نہیں ہو پاتی۔

ب۔ ملکی سماجی ترقی میں رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

ج۔ ملک کی سیاسی، معاشرتی اور معاشی ترقی رک جاتی ہے۔

د۔ ملک کی اقتصادی اور سماجی ترقی میں رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

3- پاکستان میں 2016 کے اعداد و شمار کے مطابق شرح خواندگی:

ا۔ 45.7 فیصد تھی۔ ب۔ 51.6 فیصد تھی۔

ج۔ 59.2 فیصد تھی۔ د۔ 60 فیصد تھی۔

4- شرح خواندگی کے اعتبار سے پاکستان کی شرح خواندگی:

ا۔ بھوٹان اور بنگلہ دیش سے زیادہ ہے۔ ب۔ بھوٹان اور بنگلہ دیش سے کم ہے۔

ج۔ نیپال اور بھوٹان سے زیادہ ہے۔ د۔ نیپال اور بھوٹان سے کم ہے۔

5- پاکستان میں تعلیم نسواں کی ترقی کے لیے:

ا۔ خواندگی میں اضافہ ضروری ہے۔ ب۔ یکساں نصاب تعلیم کا ہونا ضروری ہے۔

ج۔ یکساں تعلیمی سہولتیں فراہم ہونا ضروری ہے۔ د۔ اُن کے تعلیمی اداروں میں اضافہ ضروری ہے۔

6- نظم و ضبط بنیادی طور پر:

ا۔ تکلیف دہ پابندیاں قبول کرنے کا عمل ہے۔

ب۔ کسی ادارے یا شخص کے قوانین کی پابندی کا عمل ہے۔

ج۔ اپنی مرضی کو مقررشدہ اصولوں اور قوانین کے تابع کرنے کا عمل ہے۔

د۔ معاشرے کی جانب سے لوگوں کو قانون کا پابند کرنے کا عمل ہے۔

7- ناخواندہ افراد کی تعداد میں اضافے کا سب سے اہم سبب:

ا۔ ترک مدرسہ ہے۔ ب۔ تعلیم کے بارے میں لوگوں کا عمومی رویہ ہے۔

ج۔ آبادی میں تیز رفتار اضافہ ہے۔ د۔ سکولوں کی تعداد میں کمی ہے۔

8- پاکستان میں 2004 کے اعداد و شمار کے مطابق ابھی بھی:

ا۔ 40 ملین لوگ ناخواندہ ہیں۔ ب۔ 48 ملین لوگ ناخواندہ ہیں۔

ج۔ 55 ملین لوگ ناخواندہ ہیں۔ د۔ 50 ملین لوگ ناخواندہ ہیں۔

9- ہمارے معاشرے میں عموماً اور تعلیمی حلقوں میں خصوصاً خیال کیا جاتا ہے کہ:

ا۔ ہمارا معیارِ تعلیم پچھلے سالوں کی نسبت بہتر ہوا ہے۔ ب۔ ہمارا معیارِ تعلیم پچھلے سالوں کی نسبت زوال پذیر ہے۔

ج۔ ہمارا معیارِ تعلیم پچھلے سالوں جیسا ہی ہے۔ د۔ ہمارا معیارِ تعلیم تسلی بخش ہے۔

10- تعلیم ایک معاشرتی عمل ہے اس لیے تعلیمی ادارے دراصل:

ا۔ معاشرتی ادارے ہی ہیں۔ ب۔ معاشی ادارے ہیں۔

ج۔ معاشی اور معاشرتی ادارے ہیں۔ د۔ تعلیمی، معاشی اور معاشرتی ادارے ہیں۔

11- بُری معاشی حالت اور سہولتوں سے محروم لوگ تعلیم کو:

ا۔ سرمایہ کاری تصور کرتے ہیں۔ ب۔ سرمایہ داری تصور کرتے ہیں۔

ج۔ قومی بچت تصور کرتے ہیں۔ د۔ اسراف خیال کرتے ہیں۔

12- پاکستان کے معاشرے میں عددی اعتبار سے سب سے بڑا طبقہ:

ا۔ جاگیرداروں کا ہے۔ ب۔ سرمایہ داروں کا ہے۔

ج۔ متوسط لوگوں کا ہے۔ د۔ غریب لوگوں کا ہے۔

13- زیادہ تر کس طبقہ کے لوگ تعلیم کو سرمایہ کاری تصور کرتے ہیں:

ا۔ جاگیردار اور سرمایہ دار طبقہ ب۔ تاجر اور صنعت کار طبقہ

ج۔ متوسط طبقہ د۔ غریب طبقہ

II- درج ذیل جملوں میں خالی جگہ کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے:

i- انسان کی تمدنی زندگی کا ارتقا.................. اور مرد کے باہمی اشتراک سے ہی ممکن ہے۔

ii- ماں کی گود بچے کی تعلیم کا اہم اور.................. گہوارہ ہے۔

iii- اقوامِ متحدہ کے چارٹر میں مردوں اور عورتوں کے لیے.................. حقوق دیے گئے ہیں۔

iv- ذرائع ابلاغ اور تعلیم کی.................. کے باعث لوگوں کے رویوں میں مثبت تبدیلی آئی ہے۔

v- زندگی کے انفرادی اور اجتماعی معاملات میں کامیابی کے لیے.................. بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

vi- وہ تمام سرگرمیاں جو معاشی اقدار اور سماجی اصولوں سے.................. نہ رکھیں نظم و نسق کے فقدان کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

vii- پاکستان کی قریباً تمام سیاسی جماعتوں نے اساتذہ اور طلبہ میں اپنی .... قائم کر رکھی ہیں۔
viii- اضافہ آبادی سے ملکی .... پر دباؤ بڑھتا ہے۔
ix- معیار تعلیم کا فیصلہ تعلیم کے ہندسی اور .... جائزے کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے۔
x- معیار تعلیم نظام تعلیم کی کارکردگی کا جائزہ لینے کی ایک .... ہے۔
xi- تعلیمی اداروں کا قیام اور تعلیم کا انصرام کرنا براہ راست .... ہی کی ذمہ داری ہے۔
xii- پاکستان کی قریباً .... فیصد آبادی خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔
xiii- عموماً غریب اور نچلے طبقے کے لوگ تعلیم حاصل کرنے کو وقت کا .... تصور کرتے ہیں۔
xiv- پاکستان کے بعض علاقوں میں تعلیم دلوانے کے سلسلے میں لڑکوں کو لڑکیوں پر .... دی جاتی ہے۔
xv- پاکستان میں معاشی اور معاشرتی اعتبار سے استاد .... درجے پر ہے۔
xvi- تمام ماہرین تعلیم و معاشیات تعلیم کی .... افادیت کے ہمیشہ سے قائل رہے ہیں۔
xvii- فرانس میں صنعتی انقلاب کا باعث .... کا زیادہ ہونا تھا۔
xviii- انسانی وسائل کو صرف .... ہی کے ذریعے ترقی دی جا سکتی ہے۔

انشائیہ حصہ

III- خواندگی سے کیا مراد ہے؟ پاکستان میں خواندگی کی صورت حال کی وضاحت کریں اور خطے کے ممالک سے اس کا موازنہ کریں۔

IV- کسی بھی معاشرے کے لیے تعلیم نسواں کی اہمیت اور ضرورت کی وضاحت کریں۔ نیز پاکستان میں تعلیم نسواں کی صورت حال پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

V- نظم و ضبط کے تصور اور اہمیت کی وضاحت کریں۔ پاکستان کے تعلیمی اداروں میں نظم و ضبط کی کمی کے اسباب پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

VI- پاکستان میں آبادی کی صورت حال کی وضاحت کریں اور آبادی میں اضافے سے پیدا ہونے والے اثرات اور ان کے تعلیم سے تعلق کی وضاحت کریں۔

VII- معیار تعلیم سے ہم کیا مراد لیتے ہیں؟ معیار تعلیم پر اثرانداز ہونے والے عوامل پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

VIII- ترک مدرسہ کے تصور کی وضاحت کریں۔ پاکستان میں بچوں کے تعلیم ترک کرنے میں کون سے عوامل کارفرما ہیں؟ تفصیل لکھیں۔

IX- پاکستان کے لوگوں کے تعلیم کے بارے میں عمومی رویے پر تفصیلی نوٹ لکھیں جس سے پاکستانی معاشرے کی سوچ کی حقیقی عکاسی ہو۔

X- تعلیم میں سرمایہ کاری کی کیا اہمیت ہے؟ انسانی اور اقتصادی وسائل تعلیم کے مسائل کو حل کرنے میں کس طرح معاون ہو سکتے ہیں؟

XI- پاکستان کے تعلیمی اداروں میں موجود طبعی سہولیات کی صورت حال کا تفصیلی جائزہ لیں اور اس سلسلہ میں حکومتی سطح پر کیے جانے والے اقدامات کی وضاحت کریں۔

XII- کسی بھی معاشرے کے معاشی اور معاشرتی حالات کس طرح تعلیم پر اثرانداز ہوتے ہیں؟ مخصوص مثالوں سے وضاحت کریں۔